بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبدالعزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی اور علمی ترجمان

ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور

زیرِ سرپرستی:
عزیزِ ملت حضرت علامہ شاہ الحاج عبدالحفیظ صاحب قبلہ
سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ

جلد نمبر ۴۳ شمارہ ۹

ستمبر ۲۰۱۹ء

محرم ۱۴۴۱ھ

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ: مبارک حسین مصباحی
منیجر: محمد محبوب عزیزی
تزئین کار: مہتاب پیامی

مجلسِ مشاورت

مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی
مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی
مولانا محمد ادریس بستوی مصباحی
مولانا محمد عبدالمبین نعمانی مصباحی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ
دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور
اعظم گڑھ یو۔ پی۔ ۲۷۶۴۰۴

THE ASHRAFIA MONTHLY
Mubarakpur. Azamgarh
(U.P.) India. 276404

قیمت عام شمارہ: 25 روپے
سالانہ: 250 روپے

چیک اور ڈرافٹ
بنام
مدرسہ اشرفیہ
بنوائیں

کوڈ نمبر ———— 05462
دفتر ماہنامہ اشرفیہ ———— 250149
الجامعۃ الاشرفیہ ———— 250092
دفتر اشرفیہ ممبئی فون/فیکس 23726122

سری لنکا، بنگلا دیش، پاکستان، سالانہ
500 روپے
دیگر بیرونی ممالک
20 $ امریکی ڈالر £ 15 پونڈ

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔
http://www.aljamiatulashrafia.org
E.mail: ashrafiamonthly@gmail.com

A/c No. 3672174629
Central Bank Of India
Branch : Mubarakpur IFSC : CBIN0284532
اکاؤنٹ میں رقم جمع کرنے کے بعد آفس کے نمبر پر فون کریں
یا بذریعہ ڈاک مطلع کریں۔ (منیجر)

مولانا محمد ادریس مصباحی نے فیضی کمپیوٹر گرافکس، گورکھ پور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

مشمولات

اداریہ	جنت نشاں جموں وکشمیر- کل اور آج	مبارک حسین مصباحی	۳

تبلیغیات

دورۂ یورپ	حضور عزیز ملت کا دورۂ یورپ	مولانا محمد نظام الدین پٹیل مصباحی	۶

تاریخیات

سوانح	رئیس الاذکیاء مفتی غلام یزدانی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	مفتی مجیب اشرف رضوی	۹

فقہیات

آپ کے مسائل	کیا فرماتے ہیں.............	مفتی محمد نظام الدین رضوی	۱۲

نظریات

فکر امروز	حالات اور ہماری ذمہ داریاں	مفتی محمد علی قاضی مصباحی	۱۴

اسلامیات

مطالعۂ قرآن	قرآن اور مکڑی	مولانا محمد حبیب اللہ بیگ	۱۹

صحابیات

درخشاں نقوش	خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیکر جود و سخا کی چند عشق انگیز باتیں	وردہ صدیقی	۲۳

حسینیات

اہل بیت	امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اور فضائل اہل بیت	مولانا محمد عرفان قادری	۲۵
بچپن	نواسۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بچپن	حافظ محمد ہاشم قادری	۲۷
عبادات	محرم الحرام میں نمازوں اور روزوں کے فضائل	محمد آل مصطفیٰ مرکزی	۲۹

شخصیات

انوارِ حیات	شمس العلما قاضی شمس الدین احمد جون پوری	مولانا محمد عبد المبین نعمانی	۳۲

سیاسیات

آئینۂ وطن	مسلم اقلیتی طبقے کی پسماندگی کا ذمہ دار کون؟	ضیاء الدین برکاتی	۳۵

بزم دانش

فکر و نظر	ماب لنچنگ کے خلاف ملک اور بیرون ملک میں احتجاجات—ایک جائزہ	صابر رضا رہبر مصباحی/عابد چشتی/محمد عرفان قادری	۳۹

ادبیات

نقد و نظر	شفیق ملت–حیات و خدمات/پیارے بیٹے!	مولانا محمد آصف رضا مصباحی/مولانا غلام مصطفیٰ رضوی	۴۵
خیابانِ حرم	منقبت حضرت صدر الافاضل مراد آبادی	مولانا محمد سلمان فریدی	۴۷

وفیات

سفرِ آخرت	مولانا حافظ عبد الواحد علیہ الرحمہ/محترم حمید رضا یزدانی میاں مرحوم، کراچی	محمد سعید اشرفی/محمد رفیق مصباحی/ابوعطا برکاتی	۴۸

مکتوبات

صدائے باز گشت	ڈاکٹر سید شمیم احمد گوہر قادری ابو العلائی مصباحی/صادق رضا مصباحی		۵۲

سرگرمیاں

خیر و خبر	"مشاہیر مارہرہ کی ادبی خدمات" پر مولانا مفید عالم ڈاکٹریٹ سے سرفراز/پٹنہ میں حضرت دیوان شاہ ارزانی کا عرس اور "تصوف کی عصری معنویت" پر سیمینار/قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظیم یادگار		۵۵

اداریہ

جنت نشاں جموں وکشمیر-کل اور آج

سلگتے حالات کے پیش نظر ایک مختصر جائزہ

مبارک حسین مصباحی

حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ تعالی کے جلیل القدر پیغمبر تھے۔ اللہ تعالی نے انھیں بلند پایہ نبوت کے ساتھ دنیا کی حکمرانی بھی عطا فرمائی تھی، ان کے زیر حکومت انسانوں کے علاوہ جنات اور پریاں بھی تھیں۔ پوری دنیا کا دینی اور دنیاوی نظام اللہ تعالی نے انھیں عطا فرما دیا تھا، وہ اپنے تخت شاہی کو حکم دیتے تو وہ اڑنے لگتا، روایت ہے کہ ایک دن وہ کشمیر کے بالائی حصے سے گزر رہے تھے تو ان کی نگہ انتخاب کشمیر کی وادیوں پر پڑی، بلند پہاڑیوں اور خوشگوار موسم میں پوری وادی پانی سے لبریز تھی، آپ نے اپنے بیڑے کو پہاڑ کی ایک خشک چوٹی پر اترنے کا حکم دیا، آپ کے ساتھ قدآور مصاحب، جنات اور پریاں بھی تھیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم کے مطابق مشاورت ہوئی اور یہ طے ہوا کہ اگر اس وادی سے پانی نکال دیا جائے تو یہاں آبادی بڑی خوشگوار زندگی گزارے گی۔ مگر سوال یہ تھا کہ اس پانی کو نکالا کیسے جائے، جنات کا سردار ”کاش“ آگے بڑھا اور اس نے عرض کیا: حضور! اگر پریوں کی ملکہ ”میر“ سے میری شادی کرادی جائے تو اس خدمت کو انجام دینے کے لیے میں تیار ہوں، حضرت سلیمان علیہ السلام نے وعدہ فرمالیا، جن ”کاش“ نے اپنے طلسماتی عمل سے بارہ کا پہاڑ کاٹ دیا۔ جن ”کاش“ کے اس عمل سے اس خوشنما وادی سے پانی بہ گیا، حسب وعدہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پری ”میر“ سے اس کا نکاح بھی کرادیا، اس کے بعد اس وادی کا نام ”کاش میر“ پڑ گیا۔ اب وہ کثرت استعمال سے ”کشمیر“ ہو گیا، جب کہ بعض حضرات ”کاش میر“ بھی لکھتے اور بولتے ہیں۔ خطۂ کشمیر کے عقب میں کوہ برمکھ کی چوٹی پر تخت سلیمان علیہ السلام اسی واقعہ سے مشہور ہے۔ چودھویں صدی عیسوی میں جب شیخ طریقت حضرت سید علی ہمدانی قدس سرہ العزیز کشمیر میں جلوہ گر ہوئے تو انھوں نے اسی مناسبت سے کشمیر کا نام ”باغ سلیمان علیہ السلام“ رکھا۔ ”کشمیر“ نام کے متعدّد پس منظروں میں سے ایک یہ بھی ہے جو قرین قیاس اور راجح ہے۔

اس پیراگراف کا حاصل یہ ہے کہ وادی کشمیر کی تلاش ایک اللہ تعالی کے جلیل القدر پیغمبر نے فرمائی تھی۔ اور ایک اللہ تعالی کے ولی نے اس کا نام ”باغ سلیمان علیہ السلام“ رکھ کر اس کی تصدیق بھی فرمادی، یہ وادی ابتدا ہی سے مسلمانوں کی رہی ہے اور بفضلہ تعالیٰ آج بھی اس میں اکثریت مسلمانوں کی ہے۔

مختلف ادوار سے گزرتے ہوئے ”جموں وکشمیر“ کے حکمراں مہاراجہ ہری سنگھ ہوئے، تقسیم وطن کے موقع پر باضابطہ اس کا وزیر اعظم بھی ہوتا تھا اور صدر بھی، راجہ ہری سنگھ نہیں چاہتے تھے کہ یہ علاقے پاکستان میں ضم ہوں اس لیے اس وقت کے کشمیر کے وزیر اعظم شیخ فاروق عبد اللہ نے ۳۷۰ کا ڈرافٹ تیار کیا، جس میں کچھ امتیازی اختیارات تھے، شیخ عبد اللہ نے راجہ ہری سنگھ کو تیار کر لیا اور اسی کے ساتھ ہندوستان کے وزیر اعظم جواہر لال نہرو کو بھی تیار کرنے کی کوشش کی اور مسلسل جدوجہد کے بعد جموں وکشمیر کا ہندوستان سے الحاق ہو گیا۔ وہ ایک نازک وقت تھا اس دور میں اگر دفعہ ۳۷۰ کے ساتھ کشمیر کا الحاق نہیں کیا جاتا تو حالات مزید بدتر ہو سکتے تھے۔

اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ جموں وکشمیر واقعی جنت نشان ہے۔ وہاں پہاڑوں کے کنارے سے نکلتے ہوئے راستے میں روڈ کے ایک جانب سر بفلک خوش کن پہاڑ نظر آتے ہیں اور دوسری جانب تحت الثری کی گہرائی کا منظر ہوتا ہے۔ ہم نے متعدّد بار سری نگر، پلواما، اسلام آباد، اور بار ہمولا وغیرہ کا تبلیغی سفر کیا ہے۔ درگاہ حضرت بل میں متعدّد بار خطابات ہوئے ہیں اور سری نگر میں کشمیر یونیورسٹی میں بھی ”مسئلہ ختم نبوت“ پر بیان ہو چکا ہے۔ جموں اور اس کے قرب وجوار کے مختلف اضلاع کے بھی دورے کیے ہیں۔ وادی کشمیر کی ایک مستقل تہذیب ہے۔ رہن سہن اور کھانے پینے کے بھی منفرد انداز ہیں۔ چناب اور جہلم کے ساحلوں پر حیرت انگیز کشش رہتی ہے۔ ڈل جھیل میں ہاؤس بوٹس بھی بڑے خوبصورت لگتے ہیں، ہمیں بھی ایک بار چند روز اس میں رہنے کا موقع ملا ہے۔ ہم نے سری نگر اور بار ہمولا وغیرہ میں چند بڑے مشائخ کے مزارات پر حاضری کا شرف بھی حاصل کیا ہے۔

بھارت کے وزیر اعظم جواہر لال نہرو کی ہدایت پر اس وقت کے صدر راجندر پرساد نے دفعہ ۳۷۰ کے ۱۹۵۴ء میں حکم نامہ جاری کیا جسے دفعہ ۳۵-اے کا نام دے کر آئین ہند کا حصہ بنا دیا گیا۔

آئین ہند کی دفعہ ۳۷۰ جموں وکشمیر کو اپنا آئین بنانے اور اسے برقرار رکھنے کی آزادی دیتی ہے جب کہ یہ زیادہ تر امور میں وفاقی آئین کے نفاذ کو جموں وکشمیر میں ممنوع کرتی ہے۔ اس خصوصی دفعہ کے تحت دفاعی امور، مالیات اور خارجہ امور وغیرہ کو چھوڑ کر کسی اور معاملے میں متحدہ مرکزی حکومت، مرکزی پارلیمان اور ریاستی حکومت کی توثیق کے بغیر بھارتی قوانین کا نفاذ ریاست جموں وکشمیر میں نہیں کر سکتی۔ اس خصوصی دفعہ کے تحت شہریوں کے لیے جائداد، شہریت اور بنیادی انسانی حقوق شامل ہیں۔

مہاراجہ ہری سنگھ کے ۱۹۲۷ء کے باشندگان ریاست قانون کو بھی محفوظ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بھارت کا کوئی بھی عام شہری ریاست جموں وکشمیر کے اندر جائداد نہیں خرید سکتا۔ یہی نہیں بلکہ بھارتی کارپوریشنز اور دیگر نجی اور سرکاری کمپنیاں بھی ریاست کے اندر رہائشی کالونیاں بنانے، صنعتی کارخانے، ڈیم اور دیگر کارخانے لگانے کے لیے ریاستی آراضی پر قبضہ نہیں کیا جا سکتا۔ کسی بھی قسم کے تغیرات کے لیے ریاست کے نمائندگان کی مرضی حاصل کرنا ضروری ہے جو منتخب اسمبلی کی شکل میں موجود ہوتے ہیں۔

اس دفعہ کا محرک جموں وکشمیر کے مہاراجہ کے ساتھ ہوا عہد وپیمان ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ ریاست کو کسی بھی طرح ہندوستان کے وفاقی آئین کو تسلیم کرنے کے لیے مجبور نہیں کیا جا سکتا اس کے چند اہم مقاصد حسب ذیل ہیں:

(۱) ریاست پر ہندوستان کے مرکزی آئین کا صرف کچھ امور میں نفاذ ہوگا۔ (۲) ریاست اپنا آئین وضع کرے گی جو ریاست میں سرکاری ڈھانچے کو تشکیل دے گا۔ (۳) مرکزی حکومت کی کوئی بھی تبدیلی صرف اس وقت ریاست میں کی جا سکتی ہے جب ریاستی اسمبلی اجازت دے گی۔ (۴) اس دفعہ کو صرف اس وقت تبدیل کیا جا سکتا ہے جب دفعہ میں تبدیلی کے تقاضے پورے ہوں اور ریاست کی مرضی اس میں شامل ہو جس کی ترجمانی وہاں کی ریاستی اسمبلی کرتی ہے۔ (۵) دفعہ میں تبدیلی صرف ریاستی اسمبلی کی سفارشوں پر کی جا سکتی ہے مرکز اس کا مجاز نہیں ہے۔

جنت نشاں کشمیر ۵/ اگست ۲۰۱۹ء کے بعد سے مسلسل نظر بند ہے۔ ریاست جموں وکشمیر ہندوستان کی آزادی کے بعد کش مکش میں مبتلا تھا، اس بہتر سالہ دور میں جموں وکشمیر مختلف آزمائشوں سے گزرتا رہا ہے۔ اس میں ملکی اور غیر ملکی دہشت گردیوں کا نشانہ بھی بنتا رہا ہے۔ در اصل آرٹیکل ۳۷۰ اور ۳۵-اے کے منسوخ ہونے کے بعد جموں وکشمیر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ (۱) لداخ کو سینٹرل گورنمنٹ کے مستقل ماتحت کر دیا گیا، اب وہاں اپنی اسمبلی نہیں ہوگی بلکہ سب کچھ مرکزی حکومت کے ماتحت ہوگا۔ (۲) جموں وکشمیر یہ بھی بعض شرائط کے ساتھ مرکزی حکومت کے ماتحت رہے گا۔ اس میں اسمبلی ہوگی۔

واضح رہے کہ ۴/ اگست ۲۰۱۹ء کی شب ہی سے جموں وکشمیر کی سابق وزیر اعلیٰ محبوبہ مفتی، عمر عبد اللہ اور دوسرے مین اسٹریم کے لیڈران کو نظر بند کر دیا گیا تھا، انٹرنیٹ اور ٹیلی فون کی سہولیات ٹھپ کر دی گئی ہیں۔ دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی گئی، اپوزیشن کی طرف سے بی ایس پی، ایس پی، عام آدمی پارٹی اور وائی ایس آر کانگریس نے حمایت کی ہے جب کہ اپوزیشن کانگریس، سی پی ایم، آر جے ڈی، ایم ڈی ایم، ترنمول کانگریس اور سماج وادی پارٹی سمیت دیگر پارٹیوں نے مخالفت کی ہے جب کہ این سی پی نے ووٹنگ میں حصہ نہ لینے کا فیصلہ کیا ہے۔

حکومت ہند کے ذمہ داروں نے یہ بل آسانی سے منظوری کی میز تک نہیں پہنچایا بلکہ اس کی شدید مخالفت بھی ہوئی، مسٹر غلام نبی آزاد اور دیگر افراد نے جم کر مخالفت کی مگر چوں کہ راجیہ سبھا اور لوگ سبھا میں آر ایس ایس ذہن والے بی جے پی کے افراد زیادہ ہیں اس لیے تمام دلائل وشواہد خس وخاشاک ہو گئے اور ان کا کیا دھرا سب برابر ہو گیا، اقوام متحدہ نے بھی دبے لفظوں میں مخالفت کی، امریکی صدر نے بھی ہندوستان کے وزیر اعظم مسٹر نریندر مودی اور پاکستانی وزیر اعظم سے متعدّد بار ثالثی کا کردار کرنے کی خواہش کا اظہار کیا، مگر جب مسٹر مودی نے براہ راست ملاقات کی تو انھیں بھی شیشے میں اتار لیا۔ چین کے صدر نے بھی لداخ کے تعلق سے آواز بلند کی، مگر ان تمام مخالفتوں کا نتیجہ کوئی سامنے نہیں آیا اور نہ آنے کی امید نظر آ رہی ہے۔

ان دونوں دفعات کے پس منظر میں جموں وکشمیر میں موجود تمام لوگوں کے لیے مسلسل گورنمنٹ نے آرڈر نافذ کیے کہ جتنی جلد ہو سکے غیر ریاستی افراد ہندو ہوں یا مسلمان یا دیگر افراد جموں وکشمیر کو خالی کر دیں اس وقت ایک حیرت انگیز افراتفری کا ماحول رہا، جموں وکشمیر میں ٹرانسپورٹ کی سروس بند کر دی گئی، مزدور اور غریب طبقات کے افراد سری نگر وغیرہ میں بھوکے پیاسے ہو گئے، واپس آنے کے لیے مجبور ہیں، گاڑیوں کا انتظار کرتے

رہے، مگران کی مدد نہ فوج کررہی تھی اور نہ سیاسی افراد، اس پر بس نہیں بلکہ سرکردہ سیاسی افراد کو نظر بند یا گرفتار کرلیا گیا ان کی تعداد بھی پانچ سو سے زیادہ ہے، ان میں عالی جناب عمر عبداللہ، سابق وزیر اعلی محبوبہ مفتی وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ دیگر کشمیریوں کو بھی گرفتار کرلیا گیا ان کی تعداد بھی چار ہزار سے زائد ہے۔ اس وقت کشمیر کی حالت انتہائی تشویشناک ہے ان کے سارے مواصلاتی نظام کو معطل کردیا گیا ہے نہ مبائل کام کررہے ہیں اور نہ الیکٹرانک میڈیا، نہ اخبارات آرہے ہیں اور نہ رسائل و جرائد، میڈیا والے بھی اندر جانے اور حالات دیکھنے اور دکھانے سے قاصر ہیں جگہ جگہ خار دار تاروں سے ناکہ بندی کردی گئی ہے۔ اگر وہ کچھ حاصل بھی کرتے ہیں تو انھیں اصل دردناک مناظر دکھانے سے سختی سے روک دیا جاتا ہے۔ عام طور پر ہندوستانی میڈیا تو پہلے ہی سے مودی حکومت کا گودی بن چکا ہے چند افراد اگر کاوش بھی کرتے ہیں تو انھیں حکومتی دباؤ کے حالات ناکام بنادیتے ہیں۔

ملکی میڈیا اس وقت وہی دکھا یا بتا رہا ہے جو مرکزی حکومت چاہتی ہے، یعنی جموں وکشمیر میں سب کچھ ٹھیک ہے۔ غیر ملکی میڈیا کسی طرح جو کچھ حق اور سچ بتانے یا دکھانے کی کوشش کررہا ہے اسے ملک مخالف پروپیگنڈہ کہہ کر نظر انداز کیا جارہا ہے۔ یعنی یہ صحافی ہند مخالف ہیں، حقائق سے ان باتوں کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ تو صرف ہندو مسلم فسادات کی راہ ہموار کررہے ہیں۔ ہند میں نفرت و بیزاری کا ماحول پیدا کرنا چاہتے ہیں مگر سچائی یہ ہے کہ جو حقائق اور دردناک مناظر سامنے آرہے ہیں انھیں دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہورہے ہیں۔ سری نگر وغیرہ میں جو کثیر مسلم خواتین مظاہرے کررہی ہیں اور ۳۷۰ اور ۳۵- اے کی تنسیخ کے خلاف نعرے لگارہی ہیں ان پر مسلسل ظلم و تشدد ہورہے ہیں انھیں زبردستی پولیس اور فوج کی گاڑیوں میں ٹھونسا جا رہا ہے ان خوفناک مناظر کو دیکھ کر خواتین دشمنی پر رونا آرہا ہے۔ نہ زبان کچھ بول سکتی ہے اور نہ قلم کچھ لکھ سکتا ہے۔ اس دوران متعدّد کشمیری حضرات و خواتین موت کے گھاٹ بھی اتر گئے ہیں۔ الامان والحفیظ

ان دونوں دفعات کے ختم ہونے کا مطلب ہے کہ دیگر حضرات بڑی تیزی سے وہاں زمین خریدلیں گے اور کشمیری سادہ لوح حضرات ہیں وہ نوٹوں کے لالچ میں سستی زمینیں فروخت کردیں گے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کشمیر میں مسلم اقلیت میں آجائیں گے، عام طور پر باشندگان کشمیر کس مپرسی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوجائیں گے، ان کی حیثیت لکڑی کاٹنے، پانی بھرنے، قلی، باورچی اور چپراسی جیسی ہوجائے گی۔ دیگر صوبوں کے دولت مند کشمیری خواتین کا بھی بے جا استعمال کریں گے۔ وہاں بڑے بڑے ہوٹل بنیں گے، شر پسند عیاشیاں کریں گے، کشمیر ایک زرخیز وادی ہے وہاں بڑے بڑے حضرات تمام زرخیز زمینوں کو خریدیں گے اور ملک کے حالات دن بہ دن مزید بگڑیں گے۔

آپ ذرا غور کریں یہ خصوصی امتیاز صرف جموں وکشمیر ہی کو حاصل نہیں ہے بلکہ دیگر چند ریاستوں کو بھی یہ امتیاز حاصل ہے۔ مثال کے طور پر اس وقت ۳۷۱-اے کے ذریعہ ناگالینڈ میں کسی بھی بیرونی باشندے کو وہاں زمین خریدنے پر پابندی ہے۔ یہاں اراضی صرف قبائلی عوام خرید سکتی ہے جو ریاست کے مکین ہیں، یہاں تک کہ تلنگانہ کے لمباڑے اور چینچو قبائل کے افراد اور دوسرے ایس ٹی طبقات بھی یہاں ارضیات نہیں خرید سکتے بلکہ ان کا جھنڈا بھی الگ ہے اور باضابطہ ویزا لینا بھی ضروری ہے۔

دفعہ ۳۷۱-ایف سکم کے خصوصی حقوق سے متعلق ہے وہاں سپریم کورٹ یا کوئی دوسری عدالت بھی کسی معاہدہ یا سمجھوتہ پر یا کسی تنازعہ پر کوئی دائرہ کار نہیں رکھتی، اس صوبے میں دیگر لوگ ارضیات بھی نہیں خرید سکتے۔

میزورم میں ۳۷۱-جی کی وجہ سے دیگر لوگ اراضیات نہیں خرید سکتے، دفعہ ۳۷۱-ای یہی دفعہ ہماچل پردیش میں بھی ہے، یہاں بھی دیگر حضرات اراضیات نہیں خرید سکتے، یہی حال اروناچل پردیش اور میگھالیہ، منی پور، آسام ان علاقوں میں کوئی مستقل قیام کرنا چاہے تو وہ بھی خلاف قانون ہوگا۔

خیر یہ ایک مختصر تحریر ہے ہم نے یہاں وہی پیش کیا ہے جو ملک کے دانشوروں کے خدشات ہیں مگر اسی کے ساتھ یہ ایک سچائی ہے کہ یہ جو کچھ بھی ہوا ہے برسر اقتدار سیاسی ذمہ داروں نے کیا ہے۔ ہوسکتا ہے ان کی نگاہ میں ان دفعات کا ختم کرنا ہی اہم ہو، یہ ایک فکری اختلاف ہے دنیا میں فکریں متصادم ہوتی رہتی ہیں، اسی کا نام سیاست اور جمہوریت ہے۔ یہاں ہم سپریم کورٹ کی پیش قدمی بھی پیش کرتے ہیں۔ اس نے ۲۹/ اگست کو دفعہ ۳۷۰ کے خلاف دائر درخواستوں کی سماعت پانچ رکنی بینچ سے کرانے کے سلسلے میں مرکزی حکومت کو دو نوٹسیں بھی جاری کی ہیں۔ پہلی سماعت اکتوبر کے پہلے ہفتے میں کرے گی، عدالت عظمیٰ نے میڈیا پر لگائی گئی پابندیوں پر بھی مرکزی حکومت سے جواب طلب کیا ہے۔ اللہ تعالی جموں وکشمیر اور لداخ کے ساتھ وہ کرے جو وہاں کے باشندوں کے لیے مفید اور بہتر ہو۔ ☆ ☆ ☆

ہالینڈ میں حافظ ملت انسٹی ٹیوٹ کا افتتاح

مولانا محمد نظام الدین پٹیل مصباحی

الجامعہ انوار العلوم ہالینڈ و حافظ ملت انسٹیٹیوٹ ہالینڈ کے بانی حضرت مفتی سلطان احمد مصباحی اور جامعہ ہذا کے شیخ الحدیث و سرپرست علامہ مفتی شمس الہدیٰ مصباحی (استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور) کی دعوت پر حضور سربراہ اعلیٰ جانشین حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ علامہ الشاہ شیخ عبد الحفیظ صاحب مدظلہ العالی ہالینڈ (Holland) پہلی بار تشریف لے گئے۔۔ حضرت مفتی شمس الہدیٰ مصباحی نے بذات خود حضور سربراہ اعلیٰ دامت برکاتہم العالیہ کو لے کر یکم جولائی کو سفر شروع فرمایا۔

۲ جولائی ۲۰۱۹ بروزِ منگل ہالینڈ کے انٹرنیشنل ایئرپورٹ Schiphol ان کا ہوائی جہاز Emirates اترا۔

ایئرپورٹ پر استقبال کرنے کے لئے علما، طلبہ و عوام کا ایک ہجوم تھا۔ مختلف شہروں کے نمائندے پھولوں کے ہار لئے منتظر تھے۔ جن میں حضرت علامہ مفتی شفیق الرحمن مصباحی (Amsterdam) مفتی سلطان احمد مصباحی (Denhaag)، مفتی سرفراز مصباحی (Zwolle)، مولانا ناظم قادری (Amsterdam)، مولانا انور رضوی (Utrecht)، مولانا مشتاق نورانی (Alkmaar)، مولانا انور چشتی (Rotterdam)، مولانا شیراز اشرفی (Amsterdam)، حاجی چھوٹے (Amsterdam)، حاجی عبدالسبحان (Denhaag)، حاجی محمد علی (Hoorn) بھی تھے۔ جونہی حضور سربراہ اعلیٰ صاحب قبلہ باہر تشریف لائے نعروں سے ان کا استقبال کیا گیا۔

پھر ایئرپورٹ کے بعد سب سے پہلے حاجی محمد شریف جہانگیر (Amsterdam) کے گھر ناشتے کے لئے تشریف لے گئے بعدہ ان کے فرزند محمد اسماعیل کے گھر چند گھنٹے آرام فرمایا۔

مفتی سلطان احمد مصباحی کی قیادت میں ان کے طلبا و رفقا حضور عزیز ملت قبلہ کو ہالینڈ اور یورپ کے مختلف اہل سنت و جماعت کے اداروں میں کانفرنس و پروگرام کرائے۔

چنانچہ اسی ۲ جولائی کو رات میں الجامعہ انوار العلوم ہالینڈ کی بلڈنگ Amsterdam میں ایک استقبالیہ رکھا گیا تھا جس میں کثیر تعداد میں لوگ آئے تھے۔ اسی استقبالیہ میں طلبہ جامعہ ھذا کو مختلف شعبوں کے سرٹیفکیٹ دیئے گئے۔ نیز مفتی شمس الہدیٰ مصباحی نے حضور سربراہ اعلیٰ صاحب قبلہ کا پرزور تعارف کرایا۔ پھر حضور سربراہ اعلیٰ صاحب قبلہ نے بیان کیا جس میں حافظ ملت علیہ الرحمہ اور الجامعہ الاشرفیہ مبارک پور کا تعارف کرایا۔ اس میں شرکت فرمانے والے علما میں علامہ رفیق روشن علی صاحب، علامہ شبیر دل محمد صاحب، مولانا ناظم عدالت، مولانا نظام الدین سکھائی، مولانا نوشاد، مولانا انور رضوی، مولانا انور چشتی، مولانا شیراز اشرفی اور مفتی سلطان احمد مصباحی تھے۔

بعدہ حضور سربراہ اعلیٰ صاحب قبلہ اپنی قیام گاہ Denhaag جناب محمد آصف صاحب کے گھر تشریف لائے اور پورے ہفتے یہیں پر ان کا قیام رہا۔ جناب آصف صاحب نے نہایت شاندار انتظام کیا۔

۳ جولائی کو صبح ناشتہ کے بعد Zwolle کے لئے روانہ ہوئے بائی روڈ۔ جس کی مسافت تقریبًا ۱۶۰ کیلومیٹر ہے۔ وہاں مفتی سرفراز مصباحی نے استقبال کیا اور مسجد گلزار مدینہ میں ظہر کی نماز ادا کر کے جرمنی کے ایک قدیم شہر Koblenz کے لئے روانہ ہوئے۔ اس کی مسافت تقریبًا ۳۲۰ کیلومیٹر ہے۔ یہاں مسجد اقصی کے امام و خطیب مولانا نوید صاحب، اس مسجد کے متولی جناب حاجی گل صاحب نے استقبال کیا۔ بعد عصر حافظ ملت انسٹیٹیوٹ ہالینڈ، مسجد اقصی کوبلنز اور دعوت اسلامی جرمنی (جناب خالد صاحب) کے زیرِ اہتمام "اصلاح امت کانفرنس" منعقد ہوئی۔ اس میں مولانا نوید صاحب نے مختصر حالات کوبلنز سنائے پھر مفتی سلطان احمد مصباحی نے حضور عزیز ملت قبلہ کا تعارف کروایا اور مفتی شمس الہدیٰ مصباحی کے اصلاحی بیان کے بعد حضور سربراہ اعلیٰ صاحب قبلہ کا زوردار بیان ہوا اور اشرفیہ کا تعارف بھی۔ مغرب کے بعد واپس Denhaag کے لئے روانہ ہوئے۔ اس کی مسافت تقریبًا ۳۷۷ کیلومیٹر ہے۔ قیام

استاذ: دار العلوم غوثیہ، بلیک برن، یوکے

گاہ پونچھ کر نصف اللیل کے فار مولے پر عمل کرتے ہوئے فجر کی نماز ادا کی۔ اس سفر میں چار گاڑیاں ساتھ تھیں۔

۴ جولائی کو صبح ناشتہ کے بعد فرانس کے شہر Paris کے لئے روانہ ہوئے۔ جس کی مسافت تقریباً ۴۹۳ کیلو میٹر ہے۔ یہاں دعوت اسلامی کے نگران جناب احسان عطاری صاحب اور ان کے رفقا نے بھرپور استقبال کیا۔ بعد عصر حافظ ملت انسٹیٹوٹ ہالینڈ اور دعوت اسلامی فرانس کے زیر اہتمام "اصلاح امت کانفرنس" فیضان مدینہ کی بلڈنگ میں منعقد ہوئی۔ مفتی سلطان احمد مصباحی نے حضور عزیز ملت قبلہ کا مختصر تعارف کروایا اور مفتی شمس الہدیٰ مصباحی کے اصلاحی بیان کے بعد حضور سربراہ اعلیٰ صاحب قبلہ کا دل افروز بیان ہوا اور اشرفیہ کا تعارف بھی۔ بعد مغرب قیام گاہ کے لئے واپس ہوے۔ اور پھر ۴۹۳ کیلو میٹر طے کیے۔ اس سفر میں بھی چار گاڑیاں ساتھ تھیں۔

۵ جولائی کو صبح ناشتہ کے بعد حضرت علامہ اسرار الحق اشرفی سے نشست ہوئی Denhaag میں۔ بعدہ جمعہ کے لئے روانہ ہوئے جامع مسجد طیبہ امستردام کے لئے جو تقریباً ۶۰ کیلو میٹر پر ہے۔ یہاں حضرت مفتی شفیق الرحمن مصباحی (امام و خطیب مسجد ھذا)، مولانا عبد الغفار نورانی، مولانا زعیم مصباحی، حاجی یونس صاحب اور دیگر علما اور مصلیان حضرات نے زوردار استقبال کیا اور نعروں سے فضا گونج اٹھی۔ خطبہ جمعہ سے پہلے مولانا مشتاق نورانی، مولانا زعیم مصباحی اور مفتی سلطان احمد مصباحی کے مختصر بیان کے بعد مفتی شفیق الرحمن مصباحی نے حضور عزیز ملت قبلہ کا تعارف کرایا۔ مفتی شمس الہدیٰ مصباحی نے بھی اشرفیہ اور حضور عزیز ملت قبلہ کا مزید تعارف کرایا۔ پھر حضور سربراہ اعلیٰ صاحب قبلہ نے تقریر کی۔ بعدہ جمعہ کا خطبہ مفتی شمس الہدیٰ مصباحی نے دیا اور نماز مفتی شفیق الرحمن عزیزی مصباحی نے پڑھائی۔

جمعہ کے بعد Denhaag واپس آئے اور عصر کے بعد القادری اسلامک سنٹر Denhaag میں عرس مبلغ اسلام حضرت علامہ سید سعادت علی قادری علیہ الرحمہ میں شرکت فرمائی۔ اس میں کافی علمائے کرام تشریف لائے تھے جن میں مفکر اسلام حضرت علامہ بدر القادری مصباحی، مجلس علما کے صدر علامہ عبد الرشید قادری، مولانا صدیق نعیمی، مفتی سرفراز مصباحی، مولانا ناظم قادری اور مولانا نظام الدین قادری بھی تھے۔ پروگرام مفتی سلطان احمد چلا رہے تھے اور یہاں بھی اشرفیہ کا زبردست تعارف ہوا۔

۶ جولائی کو سب سے بڑی انٹرنیشنل امام احمد رضا ایڈوکیشنل کانفرنس مسجد الفردوس Lelystad ہالینڈ میں رکھی گئی تھی اور حافظ ملت انسٹیٹیوٹ ہالینڈ کا افتتاح ہوا۔ یہی وہ پروگرام ہے جس کے لئے حضور سربراہ اعلیٰ صاحب قبلہ خاص طور پر تشریف لائے تھے۔ کہ پورے یورپ میں "حافظ ملت" کے نام سے یہ پہلا ادارہ ہے۔

Denhaag سے Lelystad کی مسافت تقریباً ۱۳۰ کیلو میٹر ہے۔

صبح سے مختلف ممالک سے علما، طلبا اور دور دراز سے لوگ اس کانفرنس میں شرکت کیلئے گھروں سے روانہ ہوئے۔

چنانچہ بروز ہفتہ مندرجہ ذیل حضرات یوکے (Engeland)، سے ہالینڈ پہنچے: حضرت علامہ محمد اقبال مصباحی، حضرت علامہ ابراہیم مصباحی، مولانا کلیم صاحب، مولانا عمر رضوی صاحب، راقم الحروف محمد نظام الدین مصباحی، حاجی شفیق صاحب اور حاجی عدالت صاحب۔ بعد میں علامہ شبیر سیالوی صاحب اور مولانا ابوبکر صاحب بھی پہنچے۔

ایرپورٹ پر مولانا ناظم عدالت اور مولانا شیراز واجد حسین وغیرہ نے استقبال کیا اور جناب اسماعیل سلمہ کے یہاں قیام ہوا اور ان کے والد حاجی شریف صاحب کے گھر ناشتہ بھی کیا۔ کچھ دیر آرام کے بعد مولانا حفیظ الرحمن مصباحی کے والد حاجی انس صاحب کے گھر سب کی دعوت ہوئی جس میں حضور سربراہ اعلیٰ صاحب قبلہ اور مفتی شمس الہدیٰ مصباحی نے شرکت فرمائی۔ پھر سب امام احمد رضا ایجوکیشنل کانفرنس Lelystad کے لئے روانہ ہوئے۔

اسی دوران جناب ساجد عطاری کی قیادت میں فرانس سے ایک قافلہ کانفرنس کے لئے پہنچے۔

جرمنی سے مولانا نوید صاحب ایک قافلہ کو لے کر کانفرنس میں پہنچے۔ بلجیم سے جناب محمد علی عطاری اپنے قافلے کے ساتھ پہنچے۔

اسی طرح ہالینڈ کے مختلف شہروں سے نمائندگی ہوئی۔ چنانچہ Rotterdam سے علامہ عبد الرشید صاحب، Eindhoven سے مولانا عمران کریمن صاحب، Haarlem سے مولانا شبیر صاحب، Almere سے حاجی علی کرامت علی صاحب، Zaandam سے خواجہ حیاتی (ترکی)، Zoetermeer سے حاجی منصب دار صاحب اور دیگر شہروں سے علمائے کرام اور عوام الناس تشریف لائے۔

مسجد الفردوس کے امام و خطیب حضرت علامہ امتیاز صاحب اور

مسجد ھذا کے صدر حاجی رشاد صاحب اور حافظ ملت انسٹیٹیوٹ کی ٹیم نے بہت عمدہ انتظام کیا تھا اور تمام مہمانوں کا زور دار استقبال کیا۔

ٹھیک ۶ بجے شام کو پروگرام شروع ہوا۔ تلاوت و نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام اہل سنت کی شخصیت پر مختلف تقاریر ہوئیں، مثلاً امام احمد رضا اور فن تفسیر پر مولانا کلیم نے انگریزی میں خطاب کیا اور علم حدیث پر مولانا عمر رضوی نے کلام کیا، مولانا شبیر سیالوی نے اعلیٰ حضرت کی نعتیہ شاعری پر کلام کیا۔ اور حضرت علامہ مفتی شفیق الرحمن عزیزی نے بھی بزرگوں کی دینی خدمات کے ساتھ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی خدمات پر روشنی ڈالی۔ حضور شارحِ مؤطا مفتی شمس الہدیٰ مصباحی نے امام اہل سنت کی فقہی بصیرت پر بے مثال خطاب کیا۔ اور اخیر میں حضور سربراہ اعلیٰ صاحب قبلہ نے الجامعہ الاشرفیہ کی مسلک رضا کے لیے خدمات پیش کیں۔ اور نقابت راقم الحروف محمد نظام الدین نے کی۔ علما کی ایک کثیر جماعت نے شرکت کی۔

اس کانفرنس الجامعہ انوار العلوم ہالینڈ کی ایک طالبہ خاتون کو عالمہ فاضلہ کی سند مفتی شمس الہدیٰ مصباحی کی جامعہ کلیت البنات رضویہ سے جاری کی گئی۔ اور ڈچ زبان میں ۲ کتابوں کا اجراء ہوا۔

۷ جولائی بروز اتوار بلجیم کے لیے روانہ ہوئے اور مختلف قدرتی مناظر دیکھتے ہوئے وہاں اصلاح امت کانفرنس میں شرکت ہوئی جو حافظ ملت انسٹیٹیوٹ ہالینڈ، دعوت اسلامی بلجیم (جناب محمد علی عطاری) اور مسجد نور الحرم کے زیر اہتمام منعقد ہوا۔ یہاں حضرت مولانا کلیم، راقم الحروف محمد نظام الدین مصباحی اور مفتی شمس الہدیٰ مصباحی اور حضور سربراہ اعلیٰ صاحب قبلہ نے اصلاح معاشرہ پر مختلف جہات سے گفتگو کیں۔ شرکا: علامہ ابراہیم مصباحی، مفتی سلطان احمد، علامہ رفیق روشن علی، مولانا ناظم، مولانا شیراز، مولانا انور رضوی، مولانا نوشاد، مولانا انور چشتی۔

۸ جولائی کو مختلف مساجد کی زیارت اور مختلف حضرات سے ملاقات کی۔

۹ جولائی کو حاجی مختار عبد السبحان Denhaag میں ناشتہ کے بعد واپسی کے لیئے ایئر پورٹ روانہ ہوئے۔

☆☆☆

(.......... صفحہ نمبر ۲۶ / کا بقیہ حصہ)

حضور ﷺ مباہلہ کے لیے اس حال میں نکلے کہ حضرت امام حسین آپ کی گود میں تھے حضرت حسن کو انگلی سے پکڑے، حضور کے پیچھے پیچھے خاتون جنت اور ان کے پیچھے حیدر کرار آ رہے تھے۔ حضور نے ان نفوس قدسیہ سے فرمایا کہ جب میں دعا کروں تو تم سب آمین کہنا اور حضور نے وفد نجران کو مباہلہ کی دعوت دی۔ جن انہوں نے یہ نورانی چہرے دیکھے تو ان کے سب سے بڑے عالم (لاٹ پادری) نے کہا کہ اے جماعت نصاریٰ! میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ لوگ اللہ سے پہاڑ کو ہٹا دینے کی دعا کریں تو اللہ تعالیٰ پہاڑ کو اس کی جگہ سے ہٹا دے ان سے مباہلہ نہ کرنا ہلاک ہو جاؤ گے اور قیامت تک روئے زمین پر کوئی نصرانی باقی نہ رہے گا۔ چنانچہ انہوں نے صلاح و مشورہ کے لیے مہلت طلب کی اور دوسرے روز مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا اور جزیہ ادا کرنے کے لیے تیار ہو گئے اور صلح کر لی۔ (تلخیص تفسیر ضیاء القرآن جلد اول، ص: ۲۳۸، تفسیر خزائن العرفان)

یہ ہے آل رسول کی شان اور ان کی عظمت کہ جن کے نورانی صورتوں کو دیکھ کر معاندین اسلام مقابلے کی تاب نہ لا سکے اور صلح کرنے پر مجبور ہو گئے۔ کتنے بدبخت اور شقی القلب تھے وہ لوگ جو نواسۂ رسول سے لڑنے پر آمادہ ہوئے۔

آیت تطہیر اور آیت مباہلہ سے اہل بیت اطہار اور آل نبی کی عظمت و فضیلت اور ان کے مقام و مرتبہ کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ یوں تو حضور اکرم ﷺ حسنین کریمین دونوں سے بے انتہا محبت فرماتے تھے مگر امام حسین سے آپ کی محبت کا انداز ہی نرالا تھا۔ ایک بار نماز میں سجدہ کی حالت میں حضرت حسین پشت نبی پر تشریف فرما ہو گئے تو آپ نے سجدہ طویل فرما دیا اور اس وقت تک سر نہیں اٹھایا جب تک حضرت حسین پشت انور سے اتر نہیں گئے۔ حضرت یعلیٰ ابن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حسین ہم سے ہیں اور ہم حسین سے ہیں اللہ تعالیٰ اسے محبوب رکھے جو حسین سے محبت رکھے۔ (ترمذی، بحوالہ مشکوٰۃ ص: ۵۷۱)

ایمان و عقیدے میں نکھار پیدا کرنے کے لیے ان قرآنی آیات اور ارشادات رسول ﷺ کا مطالعہ ضروری ہے جن میں آل رسول اور اہل بیت اطہار کے فضائل بیان ہوئے ہیں۔ ☆☆☆

رئیس الاذکیاء

آخری قسط

علامہ مفتی حکیم غلام یزدانی اعظمی علیہ الرحمہ

مفتی محمد مجیب اشرف رضوی

تلامذہ: آپ کے تلامذہ جنھوں نے آپ سے اکتساب علم کیا وہ ہزاروں کی تعداد میں ہوں گے، کیوں کہ آپ نے دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف میں تقریباً دس سال تک مسند صدارت پر فائزرہ کر درس حدیث و تفسیر دیا ہے اس وقت مظہر اسلام میں طلبہ کی تعداد تین سو ہوا کرتی تھی اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کے تلامذہ کی تعداد کیا ہو سکتی ہے اس کے علاوہ دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اور مدرسہ اسلامی عربی اندر کوٹ میرٹھ میں بھی آپ نے تدریسی خدمات انجام دی ہیں، وہاں بھی سیکڑوں طلبہ نے آپ سے پڑھا ہوگا، مگر افسوس کہ ان سب کی تفصیلات ہمارے پاس موجود نہیں، البتہ جن حضرات کے اسمائے گرامی مجھے معلوم ہیں وہ یہ ہیں:

فقیہ عصر شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب علیہ الرحمہ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب علیہ الرحمہ مبارک پوری، حضرت مولانا قاری محمد یحیٰ صاحب علیہ الرحمہ مبارک پوری، حضرت مولانا محمد سالم صاحب اعظمی علیہ الرحمہ، حضرت مولانا غلام ربانی صاحب ابن شیخ العلماء علیہما الرحمہ، حضرت مولانا حکیم عزیز الحسن صاحب علیہ الرحمہ گھوسی، ان کے علاوہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی دو صاحبزادیاں مرحومہ سعیدہ خاتون والدہ ماجدہ حضرت مولانا مفتی محمود اختر صاحب، عالمہ فاضلہ جناب عائشہ خاتون زوجہ حضرت مولانا غلام ربانی صاحب جو اس وقت کلیۃ البنات جامعہ امجدیہ، گھوسی کی مسند صدارت پر رونق افروز ہیں جن کا فیضان ملک اور بیرون ملک رواں دواں ہے۔

خطابت: آپ بہترین خطیب بھی تھے، تقریر بڑی علمی مگر عام فہم فرماتے تھے، مجھے بچپن میں آپ کی کئی تقریریں سننے کا موقع ملا، آپ کی تقریر پر تاثیر ہوا کرتی، قرآنی آیات اور احادیث سے اس طرح استدلال فرماتے کہ ہر پڑھا لکھا اور ان پڑھ اس کو اچھی طرح سمجھ لیا کرتا تھا، لطائف و ظرائف سے آپ کی تقریر یک سر پاک ہوتی، انداز گفتگو بڑا سنجیدہ اور شستہ ہوتا۔ ایک کامیاب اور اچھے خطیب ہونے کے باوجود تقریری دورے بہت کم فرماتے تھے۔ تدریس کو تقریر پر ترجیح دیتے، اسی لیے بریلی شریف کے قرب وجوار کے جلسوں میں شرکت فرماتے کہ صبح مدرسہ میں حاضری ہو سکے، پڑھانے کا ناغہ نہ ہونے پائے، دور دراز علاقوں میں بہت کم تشریف لے جاتے، سال میں ایک بار حضرت مفتی اعظم دہلی مولانا شاہ مظہر اللہ صاحب نقشبندی مجددی امام خطیب جامع مسجد فتح پوری کی دعوت پر ان کے سالانہ جلسہ بارہویں میں شرکت کے لیے دہلی تشریف لے جاتے۔ اسی طرح حضرت مولانا محمد سالم صاحب گھوسی علیہ الرحمہ کی دعوت پر گیارہویں شریف کے موقع پر پالی، راجستھان تشریف لے جاتے۔ اور جب سالانہ چھٹی میں اپنے وطن مالوف گھوسی تشریف لاتے تو آپ کے بیانات ہوا کرتے تھے۔ انداز خطاب انتہائی سنجیدہ، دلکش اور دلنشیں ہوتا تھا، ایسا کہ سننے والے کبھی بھی اکتاہٹ محسوس نہیں کرتے۔ طول بیانی سے ہمیشہ پرہیز فرماتے، بیان جامع نہ بالکل مختصر نہ اتنا طویل کہ لوگ تھک جائیں بلکہ معتدل ہوتا تھا غرض کہ ایک اچھے کامیاب خطیب کی خصوصیات پورے طور پر آپ میں پائی جاتی تھیں۔

تصنیف وتالیف: آپ کی تدریسی مصروفیات اتنی تھیں کہ تصنیف و تالیف کا موقع نہیں ملا، مدت حیات کچھ اور دراز ہوتی تو مجھے امید ہے کہ اس طرف آپ خصوصی توجہ فرماتے، ابھی آپ نے اس میدان میں قدم ہی رکھا تھا کہ پیغام اجل آپہنچا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ نے سب سے پہلے اپنا ذاتی کتب خانہ قائم فرمایا جس میں ہر فن کی ضروری کتابیں جمع فرمائیں، تاکہ تصنیف و تالیف میں دقت نہ

ہو، اسی اثنا میں آپ نے "خطبات رضویہ" جو خطبہ میں پڑھا جاتا ہے اس کا سلیس اردو زبان میں ترجمہ فرما کر خود شایع فرمایا۔ (اور مسائل خطبہ وجمعہ کا اضافہ بھی فرمایا۔ نعمانی)

(۲) مجھے آپ کے کتب خانہ میں ایک قلمی مسودہ ملا ہے جو انتہائی خستہ حالت میں ہے۔ جس کے سرورق پر کتاب کا نام "تنقیح المذہبین فی حکم رفع الیدین" تحریر ہے، اور اس کے نیچے لکھا ہوا ہے "مؤلف فقیر غلام یزدانی عفی عنہ" اس تحریر سے یقین کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب آپ ہی کی تالیف کردہ ہے۔ اس مسودہ کے جملہ مندرجات کو میں نے من وعن نقل کر لیا ہے، جو ان شاء اللہ تعالیٰ مستقبل قریب میں زیور طبع سے آراستہ ہو کر اہل علم کی تسکین کا سبب بن سکے گا۔

کتاب کا موضوع اس کے نام سے ظاہر ہے، موصوف علیہ الرحمہ نے رفع یدین کے سلسلہ میں احناف اور شوافع حضرات کی مستدل احادیث کو اس کتاب میں جمع فرما کر فنی اور اصولی بحث کرتے ہوئے دونوں مذہبوں کی منصفانہ تنقیح فرمائی ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے فن حدیث اور فن اسماء الرجال میں آپ کی بالغ نظری کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

(۳) آپ کے کتب خانہ میں ایک اور مسودہ ملا جو اتنا خستہ ہے کہ اس کے مندرجات محفوظ نہیں رہے، کہیں کہیں سے پڑھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ بہار شریعت کے انداز پر کتاب الحظر والاباحہ کے مسائل کو آپ نے جمع فرمایا تھا۔

(۴) تنقیح المذہبین کے ساتھ ایک مختصر رسالہ منسلک ہے جو فن اصول حدیث کی اصطلاحات پر مشتمل ہے۔

دینی ملی خدمات: رئیس الاذکیا حضرت علامہ مولانا غلام یزدانی محدث اعظمی علیہ الرحمہ ایک فعال، دور اندیش، بالغ نظر عالم دین تھے، دینی وملی خدمات کے جذبات آپ میں پورے طور پر موجود تھے، سینے میں دین وملت کے لیے درد مند دل رکھتے تھے، جس کا مظاہرہ موقع بموقع ہوا کرتا تھا۔

چناں چہ جن دنوں آپ گھوسی میں مطب فرماتے تھے ان دنوں گھوسی اور قرب وجوار کے علاقوں میں تبلیغی جماعت والوں کے گشت شروع ہوئے فوراً آپ نے تبلیغی جماعت کے اثرات سے لوگوں کو محفوظ رکھنے کے لیے اپنے احباب کے ساتھ قرب وجوار کے علاقوں میں کئی مہینے تک تبلیغی دورہ فرمایا اور خود کریم الدین پور گھوسی میں گھر گھر پہنچ کر لوگوں کو سمجھایا کہ تبلیغی جماعت کیا ہے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ آپ کی ان مساعی جلیلہ کا یہ خوش گوار اثر ہوا کہ پورا علاقہ وہابیت کے اثر سے محفوظ ہو گیا۔

جب مولوی حنیف وہابی دیوبند سے فارغ ہو کر گھوسی آئے اور انھوں نے کریم الدین پور میں وہابیت پھیلانی چاہی تو آپ ہی اس کے مقابلہ کے لیے سینہ سپر ہو کر سامنے آئے، اس وقت آپ بھی فارغ ہو کر آئے تھے۔ جلسوں اور پوسٹروں کے ذریعہ اس کا ایسا رد بلیغ فرمایا کہ ہمیشہ کے لیے مولوی حنیف وہابی کا پھیلایا ہوا فتنہ دفن ہو گیا، حتیٰ کہ مولوی حنیف کے قریبی رشتہ دار نے بھی اس کا ساتھ نہیں دیا۔ وہ لوگ بھی اس سے بے زار ہو کر الگ ہو گئے۔

جب اعظم گڑھ کے کئی قصبوں میں دیوبندیوں نے مدارس قائم کر لیے، مئو، کوپاگنج وغیرہ جو وہابیوں کا پرانا شہر ہے۔ اور گھوسی سے متّصل ہی یہ قصبے ہیں، ان جگہوں پر بھی بڑے بڑے ادارے قائم ہو گئے تھے، اور اہل سنت کا صرف ایک ادارہ جو قابل ذکر تھا وہ دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور تھا۔ باقی سارے علاقے خالی تھے، حضرت قبلہ نے وقت کی نزاکت کو تاڑ لیا اور فوراً قصبہ کے بااثر حضرات کو اپنے مکان پر جمع فرمایا جس میں جناب مولانا عبد الستار صاحب مرحوم، جناب مولانا سید منظور صاحب مرحوم، جناب مولانا ابو البرکت صاحب مرحوم، جناب سیٹھ محی الدین صاحب مرحوم، جناب الحاج سیٹھ محمد عمر صاحب مرحوم، جناب سید سجاد حسین صاحب مرحوم وغیرہم نے شرکت کی، اور ایک بڑے دار العلوم کے قیام کی تجویز عمل میں آئی۔ چناں چہ آپ نے سب کے مشورہ سے "دار العلوم اہل سنت مدرسہ شمس العلوم گھوسی" کے نام سے ۱۹۴۷ء میں ادارہ قائم فرمایا جو آج تک قائم ودائم اور جاری وساری ہے۔

گھوسی میں پہلے زمانے میں جلسے جلوس نہیں ہوتے تھے صرف میلاد شریف کی مجلسیں ہوا کرتی تھیں یہ آپ ہی کا فیض ہے کہ آپ نے نوجوانوں کی ایک انجمن کی داغ بیل ڈالی جس کے زیر اہتمام سال میں ایک عظیم الشان جلسہ عید میلاد النبی ﷺ منعقد کیا جاتا جس میں ملک کے اکابر علما وخطبا کو مدعو کیا جاتا تھا، ۲۷/ ۲۸/ مارچ دو روز یہ جلسہ ہوتا، پورے ضلع کے لوگ اس میں شریک ہوتے

تھے ۔ کریم الدین پور میں دو روز تک عید کا سماں معلوم ہوتا تھا، جلسے کے روز گھر گھر اہتمام ہوتا، نئے کپڑے پہنے جاتے، جلسہ گاہ کے ارد گرد دوکانیں لگتیں ہر طرف بڑی چہل پہل ہوتی تھی، دوسرے روز پھر ایک بڑے جلوس کا اہتمام ہوتا جو جلسہ گاہ سے نکل کر تحصیل آفس پر جاکر واپس آتا اور جامع مسجد پر ختم ہوتا تھا، نعت خوانی اور نعروں سے پوری فضا گونج گونج اٹھتی تھی۔ آج تک یہ جلسہ جاری ہے مگر پہلے کی طرح تاریخ فکس نہیں رہی، اراکین اپنی سہولت سے تاریخوں کا تعین کر لیا کرتے ہیں۔

۱۹۴۶ء میں جب بنارس میں سنی کانفرنس ہوئی تو آپ نے اس میں نمایاں حصہ لیا، تحصیل گھوسی میں جو سب کمیٹی بنائی گئی تھی اس کے آپ سربراہ مقرر کیے گئے تھے، آپ نے نوجوانوں کی ایک فوجی تنظیم بھی بنائی تھی۔ اس تنظیم کے تمام ممبران کے لیے یونیفارم بھی بنایا گیا تھا، یونیفارم میں ملبوس تمام نوجوان کو املی باغ میں مشقی فوجی پریڈ کرائی جاتی تھی، حضرت قبلہ خود پریڈ کرواتے تھے، جب آپ فرماتے ”سووا صفوفکم“ تو سب ایک لائن میں سیدھے کھڑے ہو جاتے، جب فرماتے ”اجلسوا علی القدمین“ تو اکڑو دونوں قدموں کو کھڑا کر کے اس پر بیٹھ جاتے، جب فرماتے: ”قوموا مستویا“ تو بالکل سیدھے کھڑے ہو جاتے، اسی طرح کبھی دائیں بائیں گھوماتے کبھی تیز اور آہستہ چلنے کو فرماتے، اس طرح روزانہ عصر کی نماز سے مغرب تک پریڈ ہوا کرتی تھی، یہ پریڈ کی تحریک آپ نے عنایت اللہ مشرقی کی فوجی تنظیم خاکسار کے مقابلہ میں بنائی تھی تاکہ جذباتی نوجوانوں کو اس گمراہ تنظیم میں شامل ہونے سے بچایا جا سکے، غرض کہ آپ میں تنظیمی، اصلاحی اور قائدانہ صلاحیت پورے طور پر پائی جاتی تھی۔

حلیہ: آپ بڑے وضع دار تھے، نوابی آن بان سے رہتے تھے، قد مناسب قدرے مائل بہ پستی، بدن چھریرا، چہرہ کتابی قدرے گول، رنگ گندمی چمک دار، ریش مبارک گھنی سینے کو بھرے ہوئے، داڑھی میں مہندی کا خضاب، پیشانی فراخ، آنکھیں خوبصورت، سر پر خوب صورت عمامہ، کبھی ترکی ٹوپی بھی استعمال فرماتے، علی گڑھی پائجامہ، ہاتھ میں خوب صورت چھڑی، سلیم شاہی جوتہ، ہاتھ میں پان کا ڈبہ اور بٹوہ ہوا کرتا تھا، کندھے پر خوب صورت رومال جو کبھی ہاتھ میں بھی ہوتا، لباس شمامۃ العنبر کی خوشبو میں بسا ہوا، غرض آپ ہر اعتبار سے صاف ستھرے اور نفاست پسند تھے، داغ دھبے اور میل کچیل کو بالکل پسند نہیں فرماتے تھے۔

تقوی: حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں آپ انتہائی محتاط تھے، آپ نماز باجماعت کے سخت پابند تھے، ہر نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا فرماتے، نماز فجر کے بعد اوراد و وظائف سے فراغت کے بعد تلاوت قرآن پاک ضرور فرماتے، اشراق اور چاشت کے بھی پابند تھے، رزق حلال، صدق مقال کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے، گفتگو جنچی تلی اور مختصر فرماتے تھے، بچوں پر شفقت اور بزرگوں کا ادب آپ کا شیوہ تھا۔

وصال: ۲۵/ شوال المکرم ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۹۵۵ء کو آپ کو شدید بخار آیا، شدت اتنی بڑھی کہ سرسامی کیفیت رہنے لگی، حضور مفتی اعظم ہند کے حکم سے آپ کو سیویل اسپتال بریلی میں داخل کر دیا گیا۔ مگر وہاں بھی کوئی افاقہ نہیں ہوا، مرض دن بدن بڑھتا ہی گیا، بالآخر ۶/ ذوالحجہ ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۹۵۵ء میں آپ کا وصال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ رضی اللہ تعالی عنہ وارضاہ عنا

اسی روز بعد نماز عصر تجہیز وتکفین عمل میں آئی، ہزاروں سوگواروں نے نماز جنازہ میں شرکت کی، نماز جنازہ حضور سیدی ومرشدی مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالی عنہ نے پڑھائی۔

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے جب آپ کے وصال کی خبر سنی تو آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ مولانا مرحوم جیسا اب مظہر اسلام کو شیخ الحدیث نہیں ملے گا۔ مولانا نے مولانا سردار احمد صاحب کی کمی ہر طرح پوری کر دی تھی۔ اللہ تعالی مغفرت فرمائے اور آخرت میں ان کے درجات کو بلند فرمائے۔ آپ کو بہاری پور محلہ معماران کے قبرستان میں مسجد کی مشرقی دیوار سے متصل سپرد خاک کیا گیا۔ مزار پر فاتحہ پڑھنے کے لیے دیوار میں مسجد کے فرش کی جانب دروازہ بنا ہوا ہے لوگ جہاں سے زیارت کرتے ہیں۔ محلہ میں آپ لوگوں سے پوچھیے کہ محدث صاحب کا مزار کہاں ہے تو بتا دیں گے۔

اولاد: آپ نے یادگار میں تین صاحبزادیاں (۱) عزیزہ خاتون زوجہ محمد مجیب اشرف (راقم الحروف) (۲) جمیلہ خاتون زوجہ ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی (۳) شکیلہ خاتون زوجہ جناب مجیب الاسلام صاحب کو چھوڑا۔ اور ایک صاحبزادے بھی تھے مگر ان کا وصال آپ کی موجودگی میں ہو گیا تھا۔ ☆☆☆

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین/سوال آپ بھی کر سکتے ہیں

آپ کے مسائل

مفتیِ اشرفیہ مفتی **محمد نظام الدین رضوی** کے قلم سے

الزام لگانے کا شرعی حکم

ہمارے گاؤں میں ایک عورت ہے جو کہتی ہے کہ اس کے اوپر حاضری ہوتی ہے اور مؤکل نے اسے بتایا ہے کہ اس کے اوپر اس کی جٹھانی اور جٹھانی کی بہن نے مل کر کچھ کیا ہے جس کی وجہ سے وہ اور اس کا بچہ بیمار رہتا ہے۔

جس عورت پر یہ الزام لگایا گیا ہے انھوں نے اللہ کی قسم کھائی ہے کہ ایسا کچھ بھی نہیں کیا ہے، ایسی صورت میں وہ عورت جو الزام لگا رہی ہے اس کے لیے شرعی حکم کیا ہے اور جو لوگ اس الزام کو سچا مان رہے ہیں ان کے لیے کیا حکم ہے؟

حضور اس سوال کا جواب بہت ضروری ہے کیوں کہ اس مسئلے کی وجہ سے ایک بڑا خاندان بکھر رہا ہے اور تین گاؤں میں فتنہ پھیلا ہوا ہے۔ جزاک اللہ

الجواب

وہ عورت اپنی جٹھانی اور اس کی بہن پر جو الزام لگا رہی ہے وہ اسے دو دین دار مرد یا ایک دین دار مرد اور دو دین دار عورت کی شہادت سے ثابت کرے، اگر وہ شرعی شہادت نہ قائم کر سکے تو جٹھانی اور اس کی بہن اپنی قسم میں سچی ہیں اور وہ عورت جھوٹی۔ مسلمان پر بدگمانی حرام ہے اور بلا ثبوت شرعی کسی کی طرف گناہ کی نسبت بھی حرام ہے، لہٰذا وہ عورت شرعی شہادت پیش نہ کرنے کی صورت میں علانیہ توبہ کرے، اپنی جٹھانی اور اس کی بہن سے معافی مانگے اور اللہ کی گرفت سے ڈرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فاسق معلن کو امام بنانے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماے شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ (۱) عین رمضان شریف کے موقع پر زید نے روزہ داروں کے لیے مسجد میں افطار بھیجا، بکر نے کہا کہ یہ افطار نہ میں کھاؤں گا اور نہ ہی کسی کو کھانے دوں گا۔ (بکر نے افطار بھیجنے والے کو فحش گالی دیا) اور افطار بھی واپس کر دیا۔

(۲) بکر جو کہ حافظ قرآن ہے اپنے چند حمایتی لوگوں کو لے کر رمضان شریف کے موقع پر رضوی جامع مسجد کا امام بن جاتا ہے اور تراویح بھی پڑھاتا ہے جب کہ اس مسجد کے امام خود حافظ قرآن ہیں۔ فتنے کے ڈر سے وہ الگ ہو جاتے ہیں، بہت سارے لوگ بکر کے پیچھے نماز اور تراویح نہیں پڑھتے ہیں چوں کہ بکر بہت سارے اوصاف ذمیمہ میں ملوث ہے۔

اولاً: بکر کی آمد و رفت، ہندہ جو کہ ایک بیوہ عورت ہے اس کے پاس بارہ بجے رات تک رہتا ہے۔

ثانیاً: بکر پورے سال نماز نہیں پڑھتا سوائے جمعہ کے۔

ان سارے اوصاف ضمیمہ کے پیش نظر آیا اس کے پیچھے تراویح یا نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اسے مسجد کا خزانچی بنانا درست ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ اس کے حمایتی ہیں از روے شرع ان پر کیا حکم ہے؟

الجواب

(۱) بکر نے کیوں افطاری واپس کی اور مسلمان کو اذیت دی اس کی شرعی وجہ بیان کرے۔ اگر بلا وجہ شرعی اس نے ایسا کیا نیز زید کو فحش گالی دی تو اس کے باعث وہ سخت گنہ گار و مرتکب کبیرہ ہے کہ مسلمان کو گالی دینا گناہ کبیرہ اور فسق ہے اور افطاری واپس کر کے ایک مسلمان کو قلبی اذیت دینا بھی ممنوع ہے بکر زید سے معافی مانگے اور

بارگاہ الٰہی میں توبہ کرے اور آئندہ ایسی حرکت نہ کرے۔ ہاں افطاری واپس کرنے کی کوئی شرعی وجہ ہو تو ثابت ہونے پر صرف اس کے وبال سے بچ سکتا ہے، باقی گالی دینے کا حکم تو وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) سوال میں بکر کے تعلق سے جو باتیں درج ہیں اگر صحیح ہیں تو وہ فاسق معلن ہے اسے امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، واجب الاعادہ ہے، اسے امام نہ بنائیں جو لوگ ایسے شخص کی امامت کی حمایت کریں وہ بھی گنہ گار ہیں اور اس کو مسجد کا خزانچی بنانا بھی درست نہیں، شرط استطاعت ہٹادیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نکاح کے وقت عورت سے کتنی بار اجازت لینا چاہیے؟

نکاح کی اجازت جب وکیل دلہن کے پاس لینے جائے تو کیا تین مرتبہ پوچھنا ضروری ہے؟

اگر کوئی دو مرتبہ پوچھے تو کیا حکم ہے جب کہ دلہن نے دونوں مرتبہ بلند آواز سے اجازت دی ہے۔

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ تین مرتبہ ہی پوچھنا چاہیے، یہ ضروری ہے تو ایسے لوگوں کا کیا حکم ہے؟

الجواب

نکاح پڑھانے کے لیے ایک بار اجازت حاصل کر لینا کافی ہے، تین بار اجازت لینا ہرگز ضروری نہیں، کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور عامہ کتب فقہ میں کہیں بھی تین بار اجازت لینے کی شرط نہیں مذکور ہے۔ صحیح مسلم شریف میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد مطلقا منقول ہے:

”الأَيِّمُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا وَالْبِكْرُ تُسْتَأْذَنُ فِي نَفْسِهَا“.مسلم والأربعة من حديث ابن عباس. (الدراية على هامش الهداية، ص: ٢٩٤، ج:٢)

ہدایہ میں ہے:

”ولو استأذن الثيب فلا بد من رضاها بالقول لقوله عليه الصلاة والسلام: الثيب تشاور، ولأن النطق لا يعد عيبا منها وقل الحياء بالممارسة فلا مانع من النطق في حقها.“ (اھ ٢/ ٢٩٥، مجلس البركات)

پھر عورتوں، بالخصوص لڑکیوں کو بار بار نکاح کے لیے بولنے میں شرم بھی دامن گیر ہوتی ہے اس لیے انھیں اس کے لیے مجبور نہ کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قبرستان کے لیے کسی کی زمین جبراً لینا کیسا ہے؟

زید کے گاؤں کا ایک قبرستان ہے، قبرستان کے شمال جانب ایک غیر مسلم کا کھیت ہے۔ گاؤں کے اکثر لوگ اور اراکین کمیٹی غیر مسلم کی دو ڈسمل زمین قبرستان میں جبراً لینا چاہتے ہیں۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ غیر مسلم سے قیمت دے کر یا اس کو راضی کرنے کے بعد ہی قبرستان میں لیا جا سکتا ہے بغیر رضا مندی یا بغیر قیمت جبراً قبرستان میں داخل کرنا درست نہیں ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا قبرستان میں دو ڈسمل زمین جبراً غیر مسلم سے لی جا سکتی ہے یا نہیں؟

کیا قیمت دے کر غیر مسلم سے لے لیا جائے تو قبرستان میں شامل کیا جا سکتا ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

الجواب

مالک کی مرضی کے خلاف جبراً اس کی زمین یا کوئی بھی چیز لے لینا سخت حرام و گناہ ہے، زمین مسلم کی ہو یا غیر مسلم کی دو ڈسمل ہو یا ایک انگل، سب کا حکم ایک ہے یہاں کے تمام باشندے پابند عہد ہیں کہ ہر ایک دوسرے کی جان، مال، عزت و آبرو کی حفاظت کرے اور زبردستی کسی کی چیز نہ لے۔ تو غیر مسلم کی دو ڈسمل زمین اس کی رضا و اجازت کے بغیر قبرستان میں شامل کرنا غدر و بد عہدی ہے جو حرام ہے۔

ارشاد باری ہے: ”يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ“

فقہا فرماتے ہیں: أموالهم كأموالنا.

حدیث میں منافق کی ایک نشانی بتائی گئی: إذا عاهد غدر.

واللہ تعالیٰ اعلم

حالات اور ہماری ذمہ داریاں

مفتی محمد علی قاضی مصباحی، ایم اے

حالات ! (ا)۔ مسجد کی جگہ رام مندر ! آر یس یس کے سربراہ موہن بھاگوت.جی نے کہا ہے کہ رام مندر بنانے کے لیے کچھ نہ کچھ کرنا ہو گا، رام مندر بننے کے لیے یہ وقت مناسب ہے اس لیے رام مندر بنانے والوں کو رام جیسا بنا پڑے گا تبھی یہ کام ممکن ہے۔ موجودہ حالات اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے پوری طرح مناسب ہیں۔ مدھیہ پردیش کے چھتر پور میں ایک جلسے سے خطاب کے دوران انھوں نے یہ بات کہی (روزنامہ سالار ۲۳مارچ ۲۰۱۸)۔ آر یس یس کے سربراہ موہن بھاگوت.جی مزید کہتے ہیں،

If the Ram Mandir (in Ayodhya) is not rebuilt,the root of our culture will be cut.The temple will be built there". Mohan Bhagwat. RSS leader.(D.H.April 17,2018).

یعنی اگر رام مندر ایودھیا میں دوبارہ نہ بنے گا تو ہماری تہذیب کی دھارا منقطع ہو جائے گی۔ رام مندر تو وہیں (بابری مسجد ہی کی جگہ) بن کر رہے گا۔ نوٹ ! خیال رہے کہ ہم مسلمان ملک میں رام مندر بنے، اِس کے مخالف نہیں ہیں بلکہ مسجد کی جگہ مندر کی تعمیر کے حامی نہیں ہیں۔

(۲) تین طلاق ایک نشست میں دی جائے یا کہ مختلف نشستوں میں شوہر کو تین سال کی سزا ہو گی بلکہ قطعی شرعی و قانونی بنیاد پر ایک طلاق بھی دی جائے تو خطرہ ہے کہ آئندہ تین سال کی سزا سنا دی جائے۔

(۳) جامعہ ملیہ اسلامیہ کا اقلیتی کردار کبھی بحال نہ ہو گا مسلمانوں کے دیگر تعلیمی اداروں کے اقلیتی کردار کو ختم کرنے کی مبینہ کوشش ہو رہی ہے جب کہ قومی کمیشن برائے اقلیتی تعلیمی ادارہ جات نے فیصلہ دیا تھا کہ جامعہ ملیہ اسلامیہ ایک اقلیتی ادارہ ہے (روزنامہ سالار بنگلور ۲۲مارچ ۲۰۱۸)۔

(۴) مرکزی سرکار کی سرپرستی میں اس بات کی پوری کوشش ہو رہی ہے کہ کسی طرح جواہر لعل یونیورسٹی (JNU) میں اسلامک ٹیرورزم (Islamic Terrorism as a subject) کا ایک نیا سبجیکٹ شروع کیا جائے مگر چیرمین ظفر الاسلام خان صاحب نے وضاحت کی ہے کہ بجائے اسلامک ٹیرورزم کے اگر مذہبی ٹیرورزم (Religious Terrorism) کے نام سے ایک نیا عنوان کے تحت تعلیم و بحث تو انسانیت کا بڑا فائدہ ہو سکتا ہے جب اول الذکر نام اسلام کے خلاف کے نفرت کو فروغ دینے والا عنوان ہے۔

Religious terrorism" instead of Islamic terrorism as a subject of study and teaching at the proposed Centre so as to cover all forms of terrorism using religion to spread terror, Khan said. Such larger focus will cover the subject properly, offer a better understanding of thid kind of extrimism and will help us avoid spreading communalism within and without the campus, he added(D H June,20,2018).

(۵) ملک کی سب سے بڑی عدالت سپریم کورٹ کی کارکردگی پر، عدالتی کاروائیوں میں عاملہ کی مداخلت اور مقدمات کے مختص کرنے میں جانبداری پر اب کھلے عام خود سپریم کورٹ کے سینئر ججوں نے اظہار تشویش کیا ہے۔ سینئر جج چلمیشور نے بار بار انتباہ کیا ہے کہ جمہوریت خطرہ میں ہے۔ سپریم کورٹ کے چار سینئر ججس جسٹس چلمیشور، جسٹس رنجن گوگوئی، جسٹس یم پی لوکر اور جسٹس کورئین جوزف نے عملی اعتبار سے چیف جسٹس کے کئے ہوئے سوالات کے خلاف بغاوت کی تھی (روزنامہ سالار بنگلور ۱۳، اپریل ۲۰۱۸)۔

(٦) یوپی میں بی جے پی کی یوگی حکومت ہے، جموں کشمیر میں محبوبہ مفتی کی بی جے پی کے ساتھ مخلوط حکومت تھی اور مرکز میں بی جے پی پارٹی کے وزیر اعظم مودی جی کی حکومت ہے۔ مرکزی حکومت کا نعرہ ہے بیٹی بچائو بیٹی پڑھائو۔ مگر ہو کیا رہا ہے ؟ یوگی حکومت میں انائو کے بی جے پی کے رکن اسمبلی کلدیپ سنگھ نے ایک عورت کی عصمت دری کی اور پوری حکومت، پولیس اور دیگر سرکاری عملہ مجرم و قصوروار کلدیپ سنگھ کی حمایت میں ہے اور مظلومہ کے باپ کا کسٹڈی میں قتل بھی ہو جاتا ہے۔ جموں کے ایک گائوں

کٹھوعہ میں ایک آٹھ سالہ آصفہ لڑکی کی مسلسل کئی دن تک عصمت دری ہوتی ہے اور اسے قتل کر دیا جاتا ہے۔ مجرمین کی حمایت میں بی جے پی کے دو وزرا احتجاجی جلوس نکالتے ہیں اور اس میں باقاعدہ شریک ہوکر مجرمین کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ ان سنگین وانسانیت سوز واخلاق سوز جرائم پر جب پورا ملک جاگ اٹھتا ہے تو وزیر اعظم مودی جی بول اٹھتے ہیں کہ

The incidents(kathau&Unnao)do not reflect well on any civilised country .They shake our humanity. We are all ashamed as a society, as country.I want to assure the nation that no culprit will be spared.Our daughters will get justice.We will have to join and remove this evil from society. Narendra

Modi.(The Times of India ,B'luru, April,14 2018)

وزیر اعظم نے کہا پچھلے دو دنوں سے جو واقعات موضوع بحث ہیں وہ یقیناً کسی بھی مہذب سماج کے لئے شرمناک ہیں ایک سماج کے طور پر ایک ملک کے طور پر ہم سب اس کے لیے شرمسار ہیں۔ میں ملک کو یقین دلاتا ہوں کہ کوئی مجرم بچے گا نہیں۔ جن بیٹیوں پر ظلم ہوا ہے انھیں انصاف ملے گا۔ آخر ش الہ آباد ہائی کورٹ نے سی بی آئی کو حکم دے دیا ہے کہ وہ اناؤ میں عصمت دری کے ملزم بھارتیہ جنتا پارٹی کے رکن اسمبلی کلدیپ سنگھ اور دیگر ملزمین کو بلا تاخیر گرفتار کرے۔ اسی طرح آصفہ کے کیس میں ملک کی عدالت عظمیٰ نے ان وکیلوں کی سرزنش کی ہے جو آصفہ کے حوالے سے انصاف کے عمل میں رخنہ اندازی کر رہے تھے۔ اور بار کونسل آف انڈیا، جموں کشمیر بار اسوسیشن اور کٹھوعہ ضلع بار اسوسیشن کو نوٹس جاری کیا اور جوابی حلف نامہ داخل کرنے کی ہدایت دی (روزنامہ سالار بنگلور ۱۴، اپریل ۲۰۱۸)۔

ان دونوں انتہائی گھنونے عصمت دری کے واقعات پر انگریزی اخبار دکن ہیرالڈ کا تبصرہ بھی پڑھ لیجئے تاکہ ملک کی بگڑتی ہوئی صورتحال کا صحیح جائزہ آپ کے سامنے ہو۔

The rape of all human values.! Two terrible cases of rape and murder in Kathua in Jammu & Kashmir and Unnao in Utter Pardesh, which came to light last week, have shocked the nation and showed how basic human vlaues are in danger from politics of impunity and a perverse morality .The incidents happend in states ruled by the BJP,and the party,its goverments and its leaders are in the dock in many ways for committing the crime, supporting it or protecting the perpetrators. When an eight-year-old girl is kidnapped, kept in confinement for seven days,gang - raped and killed,no human being should be in doubt about how to respond to it.But two BJP ministers in the state goverment, the party in jammu and the bar association there supported the rapist killers in public. The rally in support of the culprits was held under the national flag. Shamefully,the reason was that the girl was muslim. In unnao,an 18-year-old dalit girl was allegedly raped by a ruling party MLA but the yogi Adityanath govermaent sheilded the legislator. no action was taken on

the girls's complaint for month.The rape survivor's fathert was thrashed by the MLA's kin and police and died in hospital with tell-tale torturemarks on his body. A high court order was needed to arrest the MLA and this was not surprising in a state where a rape case against another BJP leader, swami chinmayand, was withdrawn last week, brazenly amidst the unnao shame.D.H. 16,April,2018.

جملہ انسانی اقدار کی عصمت دری! جموں کشمیر کے کٹھوعہ اور اترپردیش کے اناؤ میں ایک آٹھ سالہ لڑکی اور ایک اٹھارہ سالہ عورت کی عصمت دری اور ان کا بے رحمی سے قتل کے واقعات نے پورے ملک کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ اور سزا سے مستثنیٰ سیاست اور اخلاقی بے راہ روی نے ثابت کر دیا ہے کہ کس حد تک بنیادی انسانی اقدار سخت خطرے میں ہیں۔ یہ دونوں انسانیت سوز بھیانک سانحات بی جے پی کی حکومت والے صوبوں میں رونما ہوئے ہیں اور وہاں کی سرکار، ان کے بی جے پی کے لیڈران جو ملزمین کی حمایت میں کھڑے ہیں اور وہاں کا عاملہ اس وقت سب کے سب کئی اعتبار سے قانون کے گھیرے میں ہیں۔ ایک آٹھ سالہ لڑکی کا اغوا، سات روز تک (مندر میں) اس کی مسلسل اجتماعی عصمت دری اور اس کے بے رحمانہ قتل پر کون سا ایسا انسان ہے جو ردعمل نہ کرے؟ جموں کے دو بی جے پی وزیر، جموں کی بی جے پی پارٹی اور وہاں کے بار اسوسیشن سخت قابل مذمت ہیں کہ انھوں نے علانیہ مجرموں کا ساتھ دیا اور دیش کا ترنگا جھنڈا

لہراکر قصورواروں کی حمایت میں ریلی نکالی۔ وجہ صرف اتنی تھی کہ مظلومہ ومقتولہ آصفہ لڑکی مسلم تھی۔ اترپردیش کے اناؤ میں ایک خاتون کی بی جے پی ایم یل اے نے عصمت دری کی اور مہینوں یوگی آدتیہ ناتھ کی سرکار نے اس پر کوئی کاروائی نہیں کی بلکہ مجرم وقصوروار کلدیپ سنگھ کا ساتھ دیااور دادوفریاد کرنے والے مظلومہ کے باپ کو بے دردی سے مارا جس کی وجہ سے اس نے ہاسپٹل میں دم توڑدیا۔ مقتول باپ کے بدن پر زخموں کے نشانات صاف صاف دکھائی دے رہے تھے۔ویسے بھی یوگی حکومت کیسے ایکشن لیتی ؟کیونکہ اسی اثنامیں ایک اور بی جے پی کے ایم ایل اے سوامی چن میانند پر مبینہ عصمت دری کا مقدمہ یوگی حکومت نے حال ہی میں واپس لے لیا ہے۔

اعلیٰ سرکاری افسران کی تشویش!ملک کی عورتوں کے ساتھ ہردن بڑھتے ہوئے عصمت دری کے وحشناک وارادات پر اور خصوصا کٹھوعہ او راناؤکے سنگین واقعات پر اظہار تشویش کرتے ہوئے ملک کے وظیفہ یاب اعلیٰ سرکاری افسران نے وزیر اعظم مودی جی کے نام ایک کھلاخط لکھا ہے جس کا عنوان یوں ہے۔

India going through darkest hour;ex-bureacrates to PM!

In the letter signed by 49 former bureacrates,they said they "see no light at the end of the tunnel" and want to "hang our heads in shame" . "Our sense of

shame is all the more acute because our younger colleagues who are still in service, especially those working in districts and are required by law to care for and protect the weak and the vulnerable,also seem to have failed in their duty," they said in letter(D.H. April 18,2018)

ہندوستان انتہائی نازک دور سے گزررہاہے۔ملک کے سابق وظیفہ یاب سرکاری افسران نے دیش میں نفرت وعدم رواداری،تشدد وتنگ نظری اور عورتوں کی عصمت دری کے واقعات پر اپنے غم وغصے کا اظہار کرتے ہوئے وزیر اعظم کوایک خط لکھا اور بتلایا کہ دور دور تک کہیں بھی روشنی کانام ونشان نہیں نظر آتا ہے شرم سے ہماری گردنیں جھک گئیں ہیں۔ ہمارے افسوس میں مزید اضافہ ہوا یہ جان کر کہ ہمارے نوجوان افسران خصوصا اضلاع میں مقرر سرکاری ملازمین پر جن کو قانون کی روشنی میں کمزوروں اور مجبوروں کی رکشا کرنا تھا وہ اپنی ذمہ داریوں سخت ناکام ہوئے ہیں ۔

(۷)ملک کی اقتصادی صورتحال Crash crunch leaves ATMs dry!

At many places, :No cash", "Sorry", I am temporarily out of service",and "Out of cash" singns were common scenes. More than 5,000 ATMs across the state of the 17,683 were estimated to be non-functional in Karnataka on Tuesday, banking industry sources told DH. The banks that faced maximum cash crunch included SBI, Bank of Baroda, Canara Bank,Punjab National Bank and Kotak Mahindra Bank. Cash Shortage was als felt in state like Maharastra, Andhra Pradesh, Uttar Pradesh, Rajasthan, Madhya Pradesh and Telangana. An estimated 33,000 ATMs were not dispensing cash across the country.(It is reported that there are two lakh ATMs in the country).D.H,April 18,2018.

نقدکی کمی نے اے ٹی ایم کو خشک کردیا!کرناٹک کے بے شمار اے ٹی یم پر۔ نقد نہیں، معاف کیجئے، میں وقتی طور پر خدمت سے معذور ہوں اور نقد نہیں ہے، جیسے بورڈ عام طور پر دیکھنے میں آئے۔ کرناٹک کے ،۱۷، ۶۸۳ اے ٹی ایم سے ۵۰۰۰ ہزار سے زائد اے ٹی ایم بروز منگل عمل میں نہیں تھے۔ یہ بات بینک کے افسران وذمہ داران نے بتلایا۔ سب سے زیادہ جن بینکوں کے اے ٹی ایم میں نقد کی کمی دیکھی گئی اُن میں اسٹیٹ بینک آف انڈیا، بینک آف بروڈا، کینرا بینک، پنجاب نیشنل بینک اور کوٹک مہیندرا بینک تھے۔ نقد کی کمی کرناٹک کے علاوہ مہاراشٹرا، آندھرا پردیش، راجستھان، اتر پردیش، مدھیہ پردیش اور تلنگانہ میں بھی دیکھائی دی۔ پورے ملک کے ۳۳۰۰۰ ہزار اے ٹی ایم نقد تقسیم نہ کرتے ہوئے نظر آئے۔ایک جائزہ کے مطابق دیش میں دولاکھ سے زائد اے ٹی ایم ہیں۔

(۸) ۱۸، لاکھ مسلم ووٹرس کے نام لسٹ سے غائب ہیں!۔ ہر حلقے یا ضلع سے کئی کئی ہزار مسلم ووٹرس کے نام غائب ہیں (روزنامہ سالار بنگلور ۲۲مارچ ۲۰۱۸)۔

(۹) کرناٹک میں لوک سبھا سے ایک بھی رکن پارلیمان نہیں جب کہ پہلے تین تین لوک سبھا میں مسلم ممبرس ہوا کرتے تھے۔

(۱۰) ہبلی عیدگاہ، بابابڈھن گیری درگاہ اور کئی ایک عیدگاہوں، قبرستانوں اور مسجدوں کی اوقافی اراضی پر خواہ مخواہ جھوٹے مقدمات دائر کرکے مسلمانوں کو پریشان کرنا اب معمول سا بن گیا ہے۔

(۱۱)شیر میسور، اولین مجاہد آزادی، عدل پرور، اولین جنگی میزائل کے بانی شہید وطن حضرت ٹیپو سلطان رحمۃ اللہ علیہ کو ہندو مخالف، کٹر مخالف اور متعصب وستم گر حکمراں کہا جارہا ہے۔ اور ان کی سالگرہ کے انعقاد کے موقعے پر ہندو فسطائی عناصر سخت موقف اختیار کرتے ہوئے صوبے میں فرقہ وارانہ فسادات کراتے رہتے ہیں۔

(۱۲)ضلعی سطح پر ہو کہ صوبائی سطح پر اور ملکی سطح پر ہو کہ بین الاقوامی لیول پر مسلمانوں کا آج کوئی قائد نہیں ہے۔ جب کہ دیگر اقوام کا عالم یہ ہے کہ اُن میں سے ہر ایک قوم کا کوئی نہ کوئی مضبوط قائد ہے تو ہر قائد کے پیچھے اُس کی قوم کھڑی ہے۔ المختصر! کسی صحافی نے اچھی بات لکھی ہے کہ ملک میں خوف کا بیوپار، دہشت کی کاشتکاری اور نفرت کی آبیاری ہو رہی ہے۔ ملک کی حکومت میک ان انڈیا کا نعرہ دے رہی تھی اب یہ نعرہ ریپ ان انڈیا میں بدلتا دکھائی دیتا ہے۔ اور جموں میں بھگوان بھی شرمندہ ہے کہ اس کے مندر میں گھناؤنا کھیل کھیلا جارہا ہے۔ بیٹی بچاؤ کی صدا اب زانی بچاؤ کا روپ دھار چکی ہے۔ دیش میں ظلم ایجاد کرنے والوں اور ظلم ڈھانے والوں کی تعداد روز بروز صاف صاف بڑھتی دکھائی دے رہی ہے۔

زخم اتنے ہیں کہ سارا بدن ہے چھلنی
درد بیچارہ پریشان ہے کہاں سے اٹھے
ایک ہنگامۂ محشر ہو تو اس کو بھولوں
سینکڑوں باتوں کا رہ رہ کے خیال آتا ہے

عالمی حالات کے عکاس چار دل خراش جملے! (۱) شام کی ایک زخمی بچی نے دم توڑنے سے پہلے کہا: میں اپنے رب کو سب کچھ جا کر بتاؤں گی:۔ (۲) عین لڑائی کے وقت جان بچانے کی خاطر بھاگتے ہوئے ایک عراقی لڑکی نے نیوز چینل کے کیمرے مین سے کہا: انکل اللہ کے واسطے میری عکاسی مت کرنا میں بے حجاب ہوں:۔ (۳) ایک فلسطینی بچہ بھوک کی وجہ سے جب رو رو کر نڈھال ہو گیا تو ہچکیاں لیتے ہوئے اس نے رب سے التجا کی کہ اے اللہ مجھ سے میری زندگی لے لیں اور جنت میں بھیج دیں تاکہ میں پیٹ بھر کر کھانا تو کھا سکوں۔ (۴) ایک افغان بچے کا بازو دھماکے میں بری طرح زخمی ہوا تھا اور ہاتھ کاٹنے کے علاوہ کوئی اور آپریشن نہ تھا۔ دوران آپریشن اس بچے نے ڈاکٹر سے کہا ہاتھ کاٹ دینا پر آستین مت کاٹنا کیونکہ میرے پاس اس کے علاوہ اور کپڑے نہیں ہیں۔

ہماری ذمہ داری کیا ہو؟ ہمیں ان حالات میں جذبات سے مغلوب نہیں ہونا ہے اور بلاوجہ جوش وجذبے کا مظاہرہ نہیں کرنا ہے۔ کیونکہ یہ حل نہیں ہے بلکہ آئین کے دائرے میں رہ کر، ٹھنڈے دل ودماغ سے کام لے کر اور خوب سوچ سمجھ کر منصوبہ سازی کے ساتھ ہمیں درپیش مسائل کا حل تلاش کرنا ہے۔ قرآن حکیم کی روشنی میں چار کام کریں !۔ بیداری، جانکاری، سمجھداری اور عملی قوت واتحاد کا مظاہرہ۔ اول! اپنے اندر ہر طرح کی بیداری اور ہوشیاری پیدا کریں جیسا کہ اللہ رب العزت کا حکم ہے (الف) " یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ " (النساء۴ آیت ۷۱۔ ترجمہ! اے ایمان والو ہوشیاری سے کام لو۔ یعنی دشمن کی گھات سے بچو اور اسے اپنے اوپر موقعہ نہ دو)۔ (ب) "وَ خُذُوْا حِذْرَكُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا۝۱۰۲" (النساء ۴ آیت ۱۰۲۔ ترجمہ! اور اپنی پناہ لئے رہو بیشک اللہ نے کافروں کے لیے خواری کا عذاب تیار کر رکھا ہے)۔ اور حکم ہوتا ہے: "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْۚ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ "(المائدہ ۵ آیت ۱۰۵) ترجمہ! اے ایمان والو اپنی فکر رکھو تمھارا کچھ نہ بگاڑے گا جو گمراہ ہوا جب کہ تم راہ پر ہو (فکر رکھنے کا مطلب ایک دوسرے کی خبر گیری کرو، نیکیوں کی رغبت دلاؤ اور برائیوں سے روکو)۔ نکتہ! کسی نے مرغے سے پوچھا لوگ تمہیں جینے نہیں دیتے کاٹ ڈالتے ہیں۔ مرغے نے جواب دیا لوگوں کو جگانے والوں کا یہی حال ہوتا ہے۔

دوم! ہر چیز کی جانکاری حاصل کریں جیسا کہ اللہ رب العزت کا حکم ہے " فَسْــٴَـلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۝ " (الانبیاء ۲۱ آیت ۷۔ ترجمہ! تو لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔ یعنی ناواقف، واقف کار سے دریافت کرے کیونکہ مرض جہل کا علاج یہی ہے کہ علم والوں سے پوچھ کر جانکاری حاصل کی جائے)۔ فرمان نبوی ہوتا ہے اطلبوا العلم من المھد الی اللحد یعنی ماں کی گود سے قبر کی گود تک علم حاصل کرتے رہو۔ آدمی بوڑھا ہوتا ہے مگر علم بوڑھا نہیں ہوتا۔ اس لئے تعلیم اطفال کے ساتھ تعلیم بالغاں کا انتظام اور تعلیم شیوخ کے ساتھ تعلیم نسواں کا اہتمام ہونا چاہئیے۔ تعلیم ابنائے آدم کے ساتھ ساتھ تعلیم بنات حواء لازم ہو۔

سوم! ہر مسئلہ میں عقل وشعور سے اور سمجھداری سے کام لیں جیسا کہ اللہ رب العزت کا حکم ہے (الف) "اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ۝۲۲ " (الانفال ۸ آیت ۲۲۔ ترجمہ! بیشک سب جانوروں میں بدتر اللہ کے نزدیک وہ ہیں جو بہرے گونگے ہیں جن کو عقل نہیں۔ یعنی کان، زبان اور عقل سے فائدہ نہیں اٹھاتے)۔ (ب) " لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا٘ وَ لَهُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِهَا٘ وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِهَاؕ اُولٰٓىٕكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّؕ اُولٰٓىٕكَ هُمْ

الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ "(اعراف ۷ آیت ۱۷۹) ترجمہ! وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں اور وہ آنکھیں جن سے دیکھتے نہیں اور وہ کان جن سے سنتے نہیں وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ وہی غفلت میں ہیں۔ (ج) فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا یَكَادُوْنَ یَفْقَهُوْنَ حَدِیْثًا ﴿۷۸﴾ (النساء ۴ آیت ۷۸۔ ترجمہ! تو ان لوگوں کو کیا ہوا کوئی بات سمجھتے معلوم ہی نہیں ہوتے)۔ اور چہارم! حسبِ استطاعت عملی قوت واتحاد کا مظاہرہ کرتے ہوئے آگے بڑھیں جیسا کہ اللہ رب العزت کا حکم ہے "وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ" (الانفال ۸ آیت ۶۰۔ ترجمہ! اور ان کے لیے تیار رکھو جو قوت تمہیں بن پڑے اور جیسا کہ اللہ رب العزت کا حکم ہے "وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا" (آل عمران ۳ آیت ۱۰۳۔ ترجمہ! اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا)۔ آپس میں جھگڑو گے تو تم بزدل ہو جائو گے اور تمھار رعب جاتا رہے گا ارشاد ہوتا ہے: " وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِیْحُكُمْ وَ اصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۴۶﴾ " (انفال ۸ آیت ۴۶) ترجمہ! اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور آپس میں جھگڑو نہیں کہ پھر بزدلی کروگے اور تمھارے بندھی ہوا جاتی رہے گی اور صبر کرو اور بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (باہمی تنازع ضعف وکمزوری وبے وقاری کا سبب ہے اس سے محفوظ رہنے کی تدبیر اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبرداری ہے)۔ بلکہ آپس میں تال میل بنائے رکھو ارشاد ہوتا ہے: "فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱﴾ " (انفال ۸ آیت ۱) ترجمہ! تو اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس میں میل رکھو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اگر ایمان رکھتے ہو (اہل بدر میں جب اموال غنیمت کے تقسیم کا معاملہ آیا تو اختلاف ہوا اور بدمزگی پیدا ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے معاملے کو لوگوں کے ہاتھ سے نکال کر رسول اللہ ﷺ کے سپرد کیا پھر آپ نے وہ مال برابر تقسیم کیا)۔ ارشاد ہوتا ہے: "وَ اِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا" (الحجرات ۴۹ آیت ۹) ترجمہ! او ر اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کراؤ۔ حضور دراز گوش پر سوار ہو کر تشریف لے جا رہے تھے انصار کی مجلس پر گزر ہوا اس جگہ دراز گوش نے پیشاب کیا تو ابن اُبی نے ناک بند کر لی حضرت عبداللہ بن رواحہ نے فرمایا حضور کے دراز گوش کا پیشاب تیرے مشک سے بہتر خوشبو رکھتا ہے۔ حضور تو تشریف لے گئے ان دونوں میں بات بڑھ گئی دونوں قومیں لڑ گئیں ہاتھا پائی کی نوبت پہونچی حضور واپس آئے دونوں میں صلح کرادی۔ قرآن کریم میں حکم ہوتا ہے: "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ" (الحجرات آیت ۱۰) ترجمہ مسلمان مسلمان بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرو۔ حضور رمضان میں شب قدر کی تعین بتانے کے لئے نکلے راستے میں دو مسلمان لڑتے ہوئے دیکھا واپس لوٹ گئے فرمایا فرفعت یعنی یہ تعین اٹھالی گئی۔ فرمایا اس میں کوئی تمھارے لئے بھلائی ہوگی اس لئے اس اب تم ستاویسویں، انتیسویں اور پچیسویں میں تلاش کرو (بخاری باب الایمان)۔ معلوم ہوا جب مسلمان لڑتے ہیں تو رحمتیں اٹھالی جاتی ہیں، برکتیں ختم ہو جاتی ہیں اور نعمتیں دور ہو جاتی ہیں۔

ورنہ! (الف) ارشاد قرآنی ہے: "وَ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ ﴿۶﴾ " (انعام ۶ آیت ۶) ترجمہ! ان کے بعد اور سنگت اٹھائی۔ یعنی پچھلی امتوں سے درس حاصل کر کے خواب غفلت سے بیدار ہوں۔ کیونکہ اللہ نے انھیں مال و دولت، جاہ و حشمت اور شان و شوکت سب کچھ دیا تھا اور آسمان سے موسلا دھار بارش، نہروں کی فراوانی اور اناج کی کثرت یہ سب انھیں ملا تھا مگر فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ان کے گناہوں کے سبب انھیں ہلاک کیا اور ان کے بعد دوسری قرن والوں کو ان کا جانشین کیا۔ (ب) " اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَ یَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ ﴿۱۶﴾ وَ مَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ ﴿۱۷﴾ " (فاطر ۳۵ آیت ۱۷) ترجمہ! وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور نئی مخلوق لے آئے اور یہ اللہ پر کچھ دشوار نہیں۔ (ج) " وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ ثُمَّ لَا یَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ ﴿۳۸﴾ " (محمد ۴۷ آیت ۳۸) ترجمہ! اور اگر تم منہ پھیرو تو وہ تمھارے سوا اور لوگ بدل لے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے (خدا و مصطفیٰ کی نافرمانی کروگے تو دوسری قوم لائے گا وہ ہم جیسے نہ ہوں گے بلکہ نہایت مطیع و فرمانبردار ہوں گے)۔

آخری بات! انتخابات میں بھرپور حصہ لیں، صحیح نمائندے کے حق میں اپنے ووٹ کا استعمال کریں اور پوری قوم مل کر کسی ایک سیکولر پارٹی کو اور سیکولر نمائندوں کو بھاری اکثریت سے چن کر لائیں۔ یاد رکھیں ووٹ ڈالنا ملک کے آئین کی روشنی میں اگر ہمارا شہری حق ہے تو اسلام کی روشنی میں ہمارا شرعی حق بھی ہے۔ عدل پرور، انصاف پسند اور خدمت خلق کا خوگر امیدوار چنیں اور مذہب دشمن، جمہوریت وآئین مخالف اور امن و رواداری سے بعید و متنفر شخص کو ہرگز ہرگز ووٹ نہ دیں۔

حسن تدبیر سے جاگ اٹھتا ہے قوموں کا نصیب
کبھی تقدیر بدلتی نہیں ہے ارمانوں سے

☆☆☆

قرآن اور مکڑی

محمد حبیب اللہ بیگ

احسن الخالقین وہی ہے جس نے ایک انتہائی چھوٹی مخلوق میں کچھ ایسی رطوبت پیدا فرمادی جس سے وہ اپنا گھر بناتی ہے، گھر تک پہنچنے کے لیے راستے بناتی ہے، شکار کے لیے جال بناتی ہے، ہاتھ آنے والے شکار کو قید و بند میں رکھنے کے لیے ڈور بناتی ہے، اس طرح اپنے ہی لعاب کی مدد سے صدہا کام انجام دیتی ہے، اور ایک کامیاب اور خوشحال زندگی گزارتی ہے۔

بہت ممکن ہے کہ عامۃ الناس کی نظر میں مکڑی کوئی قابل ذکر چیز نہ ہو لیکن ارباب علم و خرد کی نظر میں مکڑی غیر معمولی اہمیت کی حامل ہوتی ہے، مکڑی کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ رب کائنات نے مکڑی کے نام سے ایک پوری سورت نازل فرمائی، جس میں مکڑی اور اس کے جالے سے تیار ہونے والے گھر کا ذکر فرمایا، اس گھر کے اوصاف کی طرف اشارہ فرمایا، اور مکڑی کے حوالے سے کچھ ایسے ناقابل انکار حقائق ذکر فرمائے جو ماضی قریب تک سائنسی دسترس سے بالاتر تھے۔

اللہ رب العزت سورۃ العنکبوت میں ارشاد فرماتا ہے: مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۖ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ؕ وَ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴۲﴾ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ (العنکبوت:۴۱-۴۳)۔

غیر اللہ کی بندگی کرنے والوں کی مثال مکڑی کی سی ہے، جو اپنے لیے گھر بناتی ہے، اور انتہائی کم زور گھر بناتی ہے، لوگ اس حقیقت کو سمجھتے تو غیر اللہ کی بندگی سے باز آجاتے، بے شک اللہ بخوبی جانتا ہے کہ وہ اللہ کے سوا کس کی پوجا کرتے ہیں، وہی غالب اور حکمت والا ہے، ہم لوگوں کے لیے یہ امثال بیان کرتے ہیں، اور ان امثال کو اہل علم ہی سمجھتے ہیں۔

اللہ جل مجدہ نے ان آیات مبارکہ میں واضح فرمادیا کہ کفار مکڑی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے، اسی لیے ان کی عبادتیں بھی مکڑی کے جالے سے بنے گھر کی مانند ہوتی ہیں، مزید فرمایا کہ اگر کفار اس حقیقت سے آشنا ہوتے، یعنی انھیں اپنی ناکامی اور اپنے معبودان باطلہ کی بے بسی کا احساس ہوتا، تو غیر اللہ کی بندگی سے تائب ہو کر ایک اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوجاتے، لیکن انھیں کسی چیز کا علم نہیں، اسی لیے کبھی بے جان پتھروں کی پوجا کرتے ہیں، اور کبھی بے زبان جانوروں کے سامنے پیشانی جھکاتے ہیں، کبھی چاند و سورج کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں، اور کبھی دیگر مظاہر قدرت کو اپنا معبود بنالیتے ہیں، انھیں تو نہیں معلوم کہ مستحق عبادت کون ہے؟ لیکن اللہ کو بخوبی معلوم ہے کہ اس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں، اور وہی سب پر غالب اور حکمت والا ہے، اسی لیے وہ مختلف امثال کے ذریعے بندوں کو حقیقت توحید سے آگاہ فرماتا ہے، اور انھیں ایک خدا کی بندگی کا سلیقہ سکھاتا ہے۔

ہم اپنے اس مختصر سے مقالے میں مکڑی اور اس کے جالے کی حقیقت بیان کریں گے، اور مذکورہ تشبیہ کے اسرار و رموز کو واضح کرنے کی کوشش کریں گے۔

عنکبوت کی وضاحت: مکڑی کو عربی زبان میں العنکبوت کہتے ہیں، العنکبوت اسم جنس ہے، اس لیے مذکر و مونث دونوں کے لیے یکساں طور پہ بولا جاتا ہے، مذکر و مونث کے درمیان امتیاز کی ضرورت ہو تو نر کو ذکر العنکبوت اور مادہ کو أنثى العنكبوت کہتے ہیں، عنکبوت کی جمع عناکب اور عنا کیب ہے۔

قرآن پاک کی مختلف سورتوں کے نام حشرات الارض کے نام پر رکھے گئے ہیں، ۱۲۸ آیات پر مشتمل ایک طویل ترین سورت کا نام ہے: سورۃ النحل یعنی شہد کی مکھیوں والی سورت، اسی طرح ۹۳ آیات پر مشتمل ایک سورت کا نام ہے: سورۃ النمل یعنی چونٹیوں والی سورت، ان تینوں سورتوں کے ناموں میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ العنکبوت مفرد ہے جب کہ النحل اور النمل جمع ہے، النحل نحلة کی جمع ہے، اور النمل نملة کی جمع ہے، عنکبوت (مکڑی) کو مفرد لانے، نمل (چونٹیاں) اور نحل (شہد کی مکھیاں) کو جمع لانے کی ایک خاص وجہ ہوسکتی ہے، وہ یہ قرآن کریم نے واحد و جمع کے ذریعہ ان تینوں مخلوقات کی طرز زندگی بیان کی ہے، مکڑیاں عموماً انفرادی زندگی گزارتی ہیں، اسی

لیے مکڑی کے لیے اسم مفرد عنکبوت ذکر فرمایا، چیونٹی اور شہد کی مکھی اجتماعی زندگی گزارتی ہے، اسی لیے ان کے لیے مفرد کے بجائے صیغہ جمع نمل اور نحل ذکر فرمایا، اس طرح قرآن کریم نے محض ناموں ذریعے صدہا حقائق بیان فرمادیے۔

مکڑی: تقریباً سبھی لوگ مکڑی کو جانتے ہیں، کیوں کہ یہ عموماً گھروں میں رہتی ہے، اور انسانی آبادیوں میں بکثرت پائی جاتی ہے، علاوہ ازیں کتب سیرت میں مکڑی کے حوالے سے ایک اہم واقعہ کا ذکر بھی ملتا ہے ، وہ یہ کہ سرکار دوعالم ﷺ نے سفر ہجرت کے دوران غار ثور میں قیام فرمایا، کفار قریش آپ کی تلاش میں غار ثور تک آپہنچے، غار کے دہانے پر کبوتری کے انڈے اور مکڑی کا جالا دیکھ کر کہنے لگے کہ اگر یہاں کوئی پناہ گزیں ہوتا تو نہ مکڑی کا جالا ہوتا نہ کبوتری کے انڈے ہوتے، اس طرح غار ثور سے کفار عرب کو نامراد لوٹانے میں کبوتری اور مکڑی نے بڑا اہم رول ادا کیا، شاید یہی وجہ ہے کہ آج بھی کبوتری اور مکڑی کے تعلق سے لوگوں کے دلوں میں نیک جذبات پائے جاتے ہیں۔

مکڑی خشکی میں رہتی ہے، گھر اور درختوں پر جالے بناتی ہے، جال میں پھنسنے والے مختلف قسم کے کیڑے، مکوڑے اور پتنگوں کو اپنی غذا بناتی ہے، مکڑی بڑی صابر اور قناعت پسند ہوتی ہے، وہ اپنے رزق کی تلاش میں کہیں نہیں جاتی، جالا بناکر شکار کا انتظار کرتی ہے، رزاق مطلق اس کے بنائے ہوئے جال میں اس کی روزی پہنچا دیتا ہے، اور حیرت انگیز بات یہ ہے مکڑی جیسی قناعت پسند مخلوق کے لیے مکھی جیسے حریص کیڑے کا انتخاب فرماتا ہے۔

مکڑی کا جسم دو حصوں میں منقسم ہوتا ہے، اگلے حصے میں سر اور سینے کے علاوہ چھ یا آٹھ آنکھیں ہوتی ہیں، زخمی کرنے والے دو پنجے اور آٹھ پیر ہوتے ہیں، جب کہ پچھلے حصے میں پیٹ اور چند سوراخ ہوتے ہیں، پیٹ کے اندرونی حصے میں ریشم بنانے والے غدود ہوتے ہیں، انھیں غدود سے ایک سیال مادہ تیار ہوتا ہے، اور مختلف سوراخوں کے راستہ خارج ہوتا ہے، مکڑی اسی مادے سے بڑی تیزی اور کمال ہنرمندی کے ساتھ جالا بنتی ہے، یہ جالا ہوا لگتے ہی خشک ہوجاتا ہے، ایسے خشک جالے سے تیار شدہ گھر مکڑی کی رہائش کے لیے تو کافی ہوتا ہے، لیکن شکار کے لیے کافی نہیں ہوتا، اسی لیے جب وہ شکار کے لیے جالا بناتی ہے تو اس میں ایک اور چکنی رطوبت لگادیتی ہے جس کی بدولت وہ جال شکار کے قابل ہوجاتا ہے، اور اس میں کم وبیش ایک دن تک مختلف قسم کے کیڑے، مکوڑے اور پتنگوں کو بآسانی شکار کرنے کی صلاحیت رہتی ہے۔

جدید تحقیقات کے مطابق دنیا میں تیس ہزار سے زائد قسم کی مکڑیاں پائی جاتی ہیں، ان کا رنگ، شکل اور حجم علاقے، ماحول اور موسم کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے، لیکن جو وصف سب میں قدر مشترک کے طور پر پایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ تقریباً ساری مکڑیاں ریشم تیار کرتی اور جالا بنتی ہیں، اور ان کے جالے آٹھ طرح کے ہوتے ہیں، بہت ہی کم مکڑیوں میں آٹھ مختلف قسم کے ریشم تیار کرنے صلاحیت ہوتی ہے، ماہرین کا کہنا ہے کہ گھروں میں رہنے والی مکڑیوں میں بہت زیادہ فنکاری نہیں ہوتی، اسی لیے مکڑی اور اس کے جالے کی مکمل جانکاری کے لیے ہر قسم کی مکڑیوں کا مطالعہ ضروری ہے۔

کفار کے اعمال مکڑی کے جالے مشابہ ہیں:

جو اللہ وحدہ لاشریک کے بجائے خود تراشیدہ بتوں کی پوجا کرتے ہیں، ان سے دعائیں کرتے ہیں، ان کے سامنے سجدہ کرتے ہیں، ان کے لیے چڑھاوے پیش کرتے ہیں، ان کے لیے جانور ذبح کرتے ہیں، ان سے نفع وضرر کی امید رکھتے ہیں، یعنی کسی بھی شکل میں ان کی عبادت کرتے ہیں، انھیں اچھی طرح اس حقیقت سے آگاہ ہوجانا چاہیے کہ ان کے سارے اعمال دنیا وآخرت میں کسی کام کے نہیں ہیں، ان کے اعمال مکڑی کے جالے سے بنے گھر کے مانند ہیں، کہ جس طرح مکڑی کا جالا کسی کام نہیں ہوتا بالکل اسی طرح کفار کے اعمال بھی دنیا وآخرت میں کسی کام کے نہیں ہوں گے۔

متعلقہ آیت کی روشنی میں کفار کی ناکامی اور ان کے اعمال کی بربادی جاننے کے لیے مکڑی کے گھر کی حقیقت کا جاننا از حد ضروری ہے، کیوں کہ جب کوئی مسئلہ مثال کی روشنی سمجھایا جائے تو جب تک مثال کی وضاحت نہیں ہوگی تب تک اصل مسئلہ کی وضاحت نہیں ہوسکتی، اسی لیے ہم یہاں مکڑی کے جالے سے بنے گھر کی قدرے تفصیل کے ساتھ وضاحت کریں گے۔

بہترین گھر وہ ہے جس میں ظاہری اور معنوی دونوں ہی اعتبار سے کامل اطمینان وسکون میسر ہو، ظاہری سکون کے لیے پائیدار عمارت اور ہر قسم کی سہولیات کا ہونا ضروری ہے، جب کہ معنوی سکون کے لیے اہل خانہ میں باہمی الفت ومحبت اور بھرپور اعتماد کا ہونا ضروری ہے، مکڑی کے گھر میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں پائی جاتی جس سے کسی قسم کا سکون حاصل ہوسکے، اسی لیے مکڑی کا گھر سب سے کمزور گھر تصور کیا جاتا ہے۔

ظاہری کمزوری:

کسی بھی گھر کے لیے ایک مضبوط ومستحکم بنیاد کا ہونا ضروری ہے

تاکہ اسی بنیاد پر پر شکوہ عمارت قائم کی جاسکے، کسی بھی گھر کے لیے ہر چہار جانب سے دیوار کا ہونا ضروری ہے تاکہ موسم کی سرد اور گرم ہواؤں سے گھر کے مکینوں کی حفاظت ہوسکے، کسی بھی گھر کے لیے مختلف ستونوں کا ہونا ضروری ہے تاکہ انھیں ستونوں کے سہارے چھت قائم کی جاسکے، کسی بھی گھر کے لیے چھت کا ہونا ضروری ہے تاکہ گھر کے افراد دھوپ اور برسات میں ہر قسم کی پریشانی سے محفوظ رہ سکیں، کسی بھی گھر کے لیے دروازے کا ہونا ضروری ہے تاکہ بآسانی گھر میں داخلہ ممکن ہوسکے، کسی بھی گھر میں کھڑکی اور روشن دان کا ہونا ضروری ہے تاکہ گھر میں صاف ہوا اور روشنی کا گزر ہوسکے، کسی بھی گھر میں محراب اور طاق کا ہونا ضروری ہے، تاکہ سامان رکھنے کے کا معقول انتظام ہوسکے، ان سب سے زیادہ اہم اور ضروری یہ ہے کہ وہ گھر بجائے خود مضبوط اور پائیدار ہو، گرمی، سردی، بارش، آندھی اور طوفانی ہواؤں میں بھی اپنی ہی جگہ بر قرار رہے، اور کوئی اسے گرانا چاہے تو نہ گرا سکے نہ ہٹا سکے۔ جب گھر اس نوعیت کا ہوگا تو بلا شبہ وہ گھر اپنے مکینوں کے لیے بڑا پر سکون اور آرام دہ ثابت ہوگا، ورنہ اس پہ صحیح معنی میں گھر کا اطلاق ہی درست نہیں ہوگا چہ جائیکہ اس سے راحت وسکون کی امید کی جائے۔

اور مکڑی کے گھر کا کچھ یہی حال ہے، نہ اس میں پائے دار بنیاد ہوتی ہے، نہ حفاظتی دیوار ہوتی ہے، نہ سایہ فگن چھت ہوتی ہے، نہ کوئی محراب، نہ کوئی طاق، نہ کوئی دروازہ، نہ کوئی روشن دان، نہ ہی کوئی سہولت، نہ ہی کوئی راحت، ان سب کے ساتھ ساتھ اس گھر کی سب بڑی کمزوری یہ ہے کہ اگر کھلے میدان میں ہو تو معمولی بارش میں تباہ ہوجاتا ہے، ہوا کے تیز جھونکوں سے اکھڑ جاتا ہے، اور کسی گھر یا مکان میں ہو تو چند دن نہیں گزرتے کہ صفائی کے نام پر مکمل طور سے اجاڑ دیا جاتا ہے، اور کسی کو ذرہ برابر رحم بھی نہیں آتا۔

جو حال مکڑی کے گھر کا ہے بالکل وہی حال بلکہ اس سے بدتر حال بت پرستی اور اعمال کفر کا ہے، کہ جس طرح مکڑی کا گھر گرمی، سردی اور برسات میں اپنے مکینوں کو کوئی راحت نہیں پہنچا سکتا، بالکل اسی طرح بت پرستی اور زمانۂ کفر کے اعمال کافروں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے، بت اپنے پجاریوں کو نہ دنیا میں روزی بہم پہنچا سکتے ہیں نہ آخرت کی پیاس مٹا سکتے ہیں، نہ دنیا میں عزت دلا سکتے ہیں نہ آخرت کی ذلت ورسوائی سے بچا سکتے ہیں، نہ دنیا میں ان کے کام آسکتے ہیں نہ آخرت میں ان کی مصیبتوں کو ٹال سکتے ہیں، بلکہ آخرت میں دونوں کی بے بسی کا عالم یہ ہوگا کہ: اِنَّكُمۡ وَمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنۡتُمۡ لَهَا وٰرِدُوۡنَ ﴿۹۸﴾ لَوۡ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوۡهَا ؕ وَكُلٌّ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۹۹﴾ ۔یعنی قیامت کے دن بت اور ان کے پجاری دونوں جہنم میں جائیں گے، جب بت پرست اپنے ساتھ اپنے بتوں کو جلتے ہوئے دیکھیں گے تو یہ کہنے پر مجبور ہوجائیں گے کہ یہ کبھی معبود نہیں ہوسکتے، کیوں کہ اگر یہ معبود ہوتے تو ذلیل وخوار ہوکر ہمارے ساتھ جہنم میں داخل نہیں ہوتے۔

معنوی کمزوری: ابھی ہم نے بتایا کہ بہترین گھر کے لیے دو چیزیں ضروری ہیں: محفوظ اور پائیدار عمارت، باہمی محبت واعتماد، مکڑی کے گھر میں دونوں ہی چیزیں مفقود ہوتی ہیں، مکڑی گھر میں نہ پائیدار عمارت ہوتی ہے نہ ہی آپسی محبت واعتماد کا کوئی ماحول ہوتا ہے، ایک عام سی بات ہے کہ جب کوئی اپنے گھر جاتا ہے تو سکون محسوس کرتا ہے، اور جب دوسروں کے گھر جاتا ہے تو اس کی مہمان نوازی اور عزت افزائی ہوتی ہے، لیکن مکڑی کے گھر میں نہ دوسروں کی ضیافت کا کوئی تصور ہے نہ اپنے کنبے کی حفاظت کا معقول بندوبست ہے۔ جہاں باہر سے آنے والے کیڑے مکوڑے جال میں پھنس کر موت کے منھ میں چلے جاتے ہیں، وہیں گھر کے افراد بھی ایک دوسرے کے ظلم کا شکار ہوکر موت کی ابدی نیند سوجاتے ہیں، کہتے ہیں کہ جب مکڑی حمل سے ہوتی ہے اور نقل وحرکت کی طاقت نہیں ہوتی تو سب سے پہلے اپنے شوہر پر حملہ آور ہوتی ہے اور اسی کو اپنی غذا بنالیتی ہے۔ مکڑی کے یہاں نظام توالد کچھ اس طرح ہے کہ وہ اپنے بہت سے انڈے ایک تھیلی میں جمع کرتی ہے، پھر اسی تھیلی میں جمع شدہ انڈوں کو سیتی ہے، جب بچے پیدا ہوتے ہیں، اور انڈوں کی تھیلی میں تنگی محسوس کرتے ہیں، تو باہر آنے کے لیے تگ ودو شروع کردیتے ہیں، دنیا میں آنے سے پہلے مکڑی کے چھوٹے چھوٹے بچے بند تھیلی میں زبردست مزاحمت کرتے ہیں، جلدی باہر نکلنے کے لیے ایک دوسرے پر جان لیوا حملہ بھی کر بیٹھتے ہیں، تھیلی سے باہر نکلتے نکلتے بہت سے بچے مرجاتے ہیں، کچھ ہی بچے بسلامت باہر آتے ہیں، لیکن افسوس کہ باہر آتے ہی بھوکی اور نڈھال مکڑی اپنے ہی بچوں کو مار گراتی ہے، اور انھیں بڑی بے رحمی کے ساتھ اپنا لقمہ بنالیتی ہے، اس طرح مکڑی کے گھر میں روز اول ہی سے قتل وغارت گری کا انتہائی شرمناک ماحول قائم رہتا ہے۔ دنیا کے بڑے سے بڑے درندہ صفت جانوروں میں بھی شاید ایسی سفاکی اور بے رحمی نہیں ہوگی جیسی اس چھوٹی سی مخلوق میں پائی جاتی ہے۔ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ غیر اللہ کی

بندگی کرنے والوں کی مثال مکڑی کے گھر کی سی ہے، کہ جس طرح مکڑی کے گھر میں راحت وسکون نام کی کوئی چیز نہیں، بلکہ سراسر تباہی اور بربادی ہے بالکل اسی طرح غیر اللہ کی بندگی میں کسی قسم کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ سراسر نقصان اور بربادی ہے۔

قرآن کریم نے اس حقیقت کو بڑے واضح الفاظ میں فرمادیا کہ قیامت کے دن نہ بت کام آئیں گے نہ بت پرستی کام آئے گی، نہ ہی زمانۂ کفر کا کوئی کار خیر کام آئے گا، اللہ رب العزت نے سورۂ انعام میں کفار ومشرکین اور ان کے معبودان باطلہ کے درمیان قیامت کے دن پیدا ہونے والی دوری کا کچھ اس انداز سے ذکر فرمایا:

وَ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ تَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَ مَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ؕ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَ ضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۹۴۔

یعنی آج تم ہمارے پاس تنہا حاضر ہو، اور جیسے پیدا ہوئے ویسے ہی حاضر ہو، اور جو کچھ ہم نے عطا کیا پیٹھ پیچھے چھوڑ آئے، اور آج ہمیں تمھارے ساتھ تمھارے وہ معبود نظر نہیں آرہے ہیں جن کو تم اللہ کا شریک سمجھا تھا، آج تمھارے آپسی تعلقات منقطع ہوگئے، اور تمھارے گمان غلط ثابت ہوئے۔

زمانۂ کفر کے جملہ اعمال کی بربادی کی داستان سورۂ نور میں کچھ اس انداز بیان کی گئی:

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَّ وَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۳۹۔

یعنی کافروں کے اعمال چٹیل میدان میں نظر آنے والے سراب کے مانند ہیں جسے ایک پیاسا پانی سمجھتا ہے، دوڑ کر قریب جاتا ہے تو کچھ نظر نہیں آتا، اسی طرح قیامت کے دن کفار بھی اپنے اعمال پر ثواب کی امید لے کر حاضر ہوں گے تو انھیں کوئی بھی عمل نظر نہیں آئے گا، اللہ ان سے سخت حساب لے گا، بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

ان تمام آیات کا خلاصہ بس اتنا ہے کہ بت پرستی نفع کے نام پر نقصان، اور فائدے کے نام پر خسارہ ہے، بلکہ بت پرستی سراسر فریب اور دھوکہ ہے، ان آیات بینات اور واضح مثالوں کو دیکھ کر جو عبرت حاصل نہ کرے وہ کھلی ہوئی گمراہی میں ہے۔

کمزور گھر: اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

وَ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ۔

یعنی سب سے کمزور گھر مکڑی کا گھر ہے، مکڑی کا گھر جالے سے تیار ہوتا ہے، اور جالا بظاہر بڑا کمزور ہوتا ہے، اسی لیے مکڑی کا گھر بھی کمزور ہوتا ہے، قرآن کریم نے جالے سے بنے گھر کو کمزور قرار دیا، لیکن جالے کو کمزور نہیں کہا، اور آج سائنس بھی یہی کہہ رہی ہے کہ مکڑی کا گھر تو بڑا کمزور ہوتا ہے، لیکن جس جالے سے بنا جاتا ہے وہ جالا بڑا ہی مضبوط و مستحکم ہوتا ہے، جتنی مقدار ریشم سے وہ گھر بنتا ہے اتنی ہی مقدار کے پیتل، تانبا، یا لوہے کی تار تیار کی جائے تو ان تاروں میں وہ صلابت نہیں آسکتی جو صلابت وقوت مکڑی کے ریشمی دھاگوں میں پائی جاتی ہے، اگر مکڑی کے جال مشابہ اسٹیل کی تاروں سے کوئی گھر تیار کیا جائے تو اس میں نہ کسی کیڑے کو سنبھالنے کی قوت ہوگی، نہ مکڑی کے گزرنے کے دوران سلامت رہ سکے گا، بلکہ چند گرام اسٹیل یا کسی اور دھات کی تاروں سے مکڑی کے جالے کے مشابہ گھر بنانا اور کسی دیوار میں نصب کرنا، پھر اس پر مکڑی یا کسی اور کیڑے کا بآسانی گزر جانا تقریبًا ناممکن ہے، یہ صرف مکڑی کے ریشمی جالے کی خصوصیت ہے کہ وہ اتنا ہلکا ہوتے ہوئے بھی اس قدر مضبوط ہوتا ہے، اسی لیے قرآن کریم نے صرف گھر کو کمزور قرار دیا، گھر بنانے والے جالے کو نہیں۔ تمام تعریفیں اسی خدائے وحدہ لا شریک کو زیب دیتی ہیں جو مضبوط ترین تار سے انتہائی کمزور گھر بناتا ہے، اور اپنی قدرت کاملہ سے دو متضاد چیزوں کو ایک ساتھ جمع فرمادیتا ہے:

هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَا ذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۱۱۔

یہ اللہ کی تخلیق ہے، اللہ کے علاوہ کسی نے کچھ بنایا ہو تو دکھائے، اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے ظالم کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں۔

مادہ مکڑی:

اللہ جل مجدہ نے مکڑی کے گھر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: اِتَّخَذَتْ بَيْتًا، اِتَّخَذَتْ مونث کا صیغہ ہے، جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ مادہ مکڑی گھر بناتی ہے، قرآن کریم نے چودہ سو سال پہلے جو بیان فرمایا آج بھی سائنس تحقیق و تفتیش کے بعد وہی کہہ رہی ہے کہ گھر بنانے میں مادہ مکڑی ہی کا اہم کردار ہوتا ہے، نر مکڑی کا کام تعاون کرنا ہے، ترمیم، توسیع اور دوسرے امور میں نر مکڑی کے تعاون سے مادہ مکڑی سارے کام انجام دیتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اللہ رب العزت ہمیں قرآن کریم سمجھ کر پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین، یارب العالمین۔ ☆☆☆

وردہ صدیقی

خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیکر جود و سخا کی

چند عشق انگیز باتیں

"اے اللہ میں عثمان سے راضی ہو گیا تو بھی راضی ہو جا"

حضرت عثمان غنی کے لئے حضور صلی اللہ علیہ نے یہ دعا اس وقت فرمائی جب ایک مرتبہ اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چار دن تک کھانا میسر نہیں آیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے دریافت فرمایا: "کھانے کو کوئی چیز ہے"؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا نے عرض کیا یارسول للہ! کہاں سے ملتا؟ اللہ تعالیٰ آپ ہی کے ہاتھوں ہمیں مرحمت فرمادیتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر وضو فرمایا اور مسجد میں نفل پڑھنے لگے۔ آپ تھوڑی دیر بعد (بعد از سلام) نماز کی جگہ تبدیل کرتے جاتے تھے۔ اتنے میں عثمان غنی رضی اللہ عنہ داخل ہوئے اور اجازت چاہی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں کہ میں نے چاہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو آنے کی اجازت نا دوں پھر خیال کیا مالدار صحابہ میں سے ہیں شاید حق تعالیٰ شانہ نے ان کے ذریعے سے ہم تک نیکی پہنچانے کا کرم فرمایا ہو لہذا میں نے اجازت دے دی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دریافت کیا میں نے جواب دیا کہ اے عثمان چار یوم سے اہل بیت رسالت نے کچھ نہیں کھایا (یہ سنتے ہی) حضرت عثمان غنی نے رو کر کہا: "تف ہے دنیا پر۔۔۔! "

پھر کہا اے ام المومنین! آپ کو مناسب نہ تھا کہ آپ پر ایسے حالات گزریں اور مجھ سے ذکر نہ کریں نہ ثابت ابن قیس نہ عبدالرحمن بن عوف جیسے مالداروں سے عثمان غنی یہ کہہ کر واپس لوٹے اور کئی اونٹ، آٹا، گیہوں، کھجوریں اور سالم بکرا اور درہم کی تھیلی لا کر پیش کیا۔

پھر کہا یہ دیر سے تیار ہو گا میں گھر سے پکا ہوا کھانا لے کر آتا ہوں۔ چنانچہ روٹیاں اور بھنا ہوا گوشت لے آئے اور کہا کھائیے۔! اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی رکھ دیجیے۔ پھر ام المومنین کو قسم دی کہ آئندہ کبھی ایسا واقعہ پیش آئے تو مجھے ضرور مطلع کرنا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب واپس گھر تشریف لائے تو فرمایا۔ "اے عائشہ! میرے بعد تم کو کچھ ملا"؟ تو میں نے عرض کیا۔ "یارسول اللہ! آپ اللہ سے دعا کرنے گئے تھے۔ آپ جانتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے آپ کی دعا کبھی رد نہیں کی۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے استفار فرمایا: "کیا ملا"؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا نے عرض کیا:

"آٹا، گیہوں، کھجوریں، اونٹوں پر لدی ہوئی درہم کی تھیلی، ایک عدد مسلم بکرا، روٹی اور بھنا ہوا گوشت۔"۔۔۔۔۔

آپ نے پوچھا "کس نے دیا"؟ گزارش کی عثمان بن عفان نے اور وہ قسم دلا کر گئے ہیں کہ آئندہ جب ایسا موقع آئے تو مجھے اطلاع ضرور کیجیے۔

یہ سن کر آپ بیٹھے نہیں بلکہ مسجد تشریف لے گئے اور ہاتھ اٹھا کر فرمایا: "اللھم قد رضیت عن عثمان فارض عنه. اللھم قد رضیت عن عثمان فارض عنه."

"اے اللہ میں عثمان سے راضی ہو گیا تو بھی راضی ہو جا۔"

(ج ا= تاریخ ابن خلدون)

حضرت ابو مسعود فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ میں تھے۔ لوگوں کو سخت بھوک کی مشقت اٹھانی پڑی۔ جس کی وجہ سے میں نے مسلمانوں کے چہروں پر غم و الم اور پریشانی کے آثار جب کہ منافقوں کے چہروں پر خوشی کے آثار دیکھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات دیکھی تو فرمایا "اللہ کی قسم! سورج غروب ہونے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کے لئے رزق بھیج دے گا"۔

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ نے یہ سنا تو انہیں یقین ہو گیا

کہ اللہ اور اس کے رسول کی بات ضرور پوری ہوگی چنانچہ حضرت عثمان غنی چودہ اونٹنیاں، کھانے کے سامان سے لدی ہوئی خریدی اور ان میں سے نو اونٹنیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنیاں دیکھی تو فرمایا یہ کیا ہے؟ عرض کیا گیا۔ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے آپ کو ھدیہ میں بھیجی ہیں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنے زیادہ خوش ہوئے کہ خوشی کے آثار آپ کے چہرے مبارک سے محسوس ہونے لگے۔ اور منافقوں کے چہرے پر غم اور پریشانی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا۔ آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اتنے اوپر اٹھائے کہ آپ کے بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی اور حضرت عثمان کے لئے ایسی ذبردست دعا کی کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نا اس سے پہلے نا اس کے بعد نا کسی کے لئے ایسی دعا کرتے ہوئے سنا۔ "اے اللہ عثمان کو (یہ اور یہ) عطا فرما اور حضرت عثمان کے ساتھ (ایسا اور ایسا) معاملہ فرما۔" (حیاتہ الصحابہ جلد ۲)

حضرت عثمان ذوالنورین صحابی رسول، خلیفہ ثالث، فطرتاً حلیم، شرم وحیا کے پیکر، سخاوت میں بے مثل، بہترین اخلاق و فضائل کے مالک تھے۔

آپ کا نام عثمان، ابو عمر کنیت، غنی لقب اور والد کا نام عفان تھا۔ حضرت عثمان ہجرت مدینہ سے قبل مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ تجارت کے پیشے سے منسلک تھے۔ کپڑے کا بہت بڑا کاروبار تھا۔

آپ سیرت کا غیر فانی نقش تھے۔ یہی وجہ تھی کہ قریش آپ سے بہت محبت کرتے تھے۔ حتی کہ آپ ضرب المثل بن گئے۔ عرب کہتے تھے۔

"احبك والرحمن حب قريش عثمان" ۔ بخدا میں تجھ سے ایسی محبت کرتا ہوں جیسے قریش عثمان سے کرتے ہیں۔

نبی کریم کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر حد درجہ اعتماد تھا۔ آپ کا خاندان بنوامیہ مکہ میں طاقتور گھرانہ تھا اور آپ کے حلیم الطبع اور نرم مزاج ہونے کی وجہ سے نبی کریم نے آپ کو کفار مکہ سے مزاکرات کے لیے آپ کو سفیر بنا کر روانہ کیا۔

کفار مکہ نے آپ کو اکیلے ہی طواف وعمرہ کی پیشکش کی مگر آپ رضی اللہ عنہ نے منظور نہیں فرمایا۔ اسی دوران صحابہ آپس میں گفتگو کر رہے کہ عثمان خوش قسمت ہیں کہ طواف کر لیں گے۔ نبی کریم نے جب یہ باتیں سنی تو فرمایا کہ عثمان ہمارے بغیر طواف نہیں کریں گے یہ نبی کریم کا اعتماد اور سیدنا عثمان کا اکیلے طواف نہ کرنا نبی کریم سے محبت تھی۔

آپ نیک، راست باز اور ایماندار تھے. اپنی ساری دولت دین اور ملت کی نذر کر دی ۔ صدقات و خیرات میں آپ کا کوئی ثانی نہیں۔ سفر ہو یا حضر، جنگ ہو یا امن کوئی مسلمان ہو یا کافر ہر ایک کی بھر پور مالی امداد فرماتے۔ سوالی کی ضرورت اور طلب سے زیادہ نوازتے تھے۔ جب مسلمانوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کر لی تو پانی کی تنگی کا شکار ہوئے۔ وہاں ایک کنواں بئر رومہ۔۔۔ جو ایک یہودی کی ملکیت تھا، خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔ غزوات میں ہوتے تو دل کھول کر خدا کی راہ میں خرچ کرتے تھے۔ کوئی مقروض ہوتا تو قرض کی ادائیگی میں مدد فرماتے۔ غلاموں کو آزاد فرماتے۔ کسی کی شادی ہوتی تو خرچ کا انتظام فرماتے۔۔

آپ وہ واحد صحابی رسول ہیں جنہیں حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادیاں نکاح میں دیں. اسی نسبت سے ذوالنورین کا سنہرا اعزاز حاصل ہوا۔ آپ نے اپنے دور میں قرآن مجید کو جمع فرمایا اور اطراف عالم میں نشر بھی فرمایا۔ آخری زمانے میں فتنوں نے ہر طرف سے آپ کو گھیر رکھا تھا۔ مگر مدینہ رسول کی حرمت کے خیال سے تمام صعوبتیں، نظر بندیاں اور اذیتیں برداشت کیں۔ بالآخر باغی آپ پر غالب آگئے اور ذوالحجہ آپ کو بیدردی کے ساتھ شہید کیا کہ آسمان بھی تھرا اٹھا۔ اور قرآن نے آپ کے خون اقدس کی گواہی دی اور آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور رب کے حضور جنت کا مہمان بن گئی۔

سب صحابہ میں نمایاں ہے سخا عثمان کی
والہانہ اپنے آقا سے وفا عثمان کی
بے بہا جود و سخا پر مصطفے نے دی دعا
یاخدا نیکی بنا۔۔! ہر اک ادا عثمان کی
ظلم ڈھا کر کر دیا شہرِ اماں میں بے اماں
اے سبائی تو بتا کیا تھی خطا عثمان کی
رشک جس پر خود ملائک کو بھی آئے باخدا
کس قدر عالی حیا ہے باحیا عثمان کی
شانِ ذوالنورین عائش باعثِ تسکین ہے
پھر مَیں کیونکر نہ کروں مدحت سدا عثمان کی

عائشہ صدیقی عائشؔ

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اور فضائل اھل بیت

مولانا محمد عرفان قادری

اسلام کے فروغ وترقی کے لیے کئی جنگیں لڑی گئیں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کئی اہم معرکے سر کیے۔ بے شمار صحابہ نے اپنی قیمتی جانوں کانذرانہ پیش کیا۔ لیکن میدان کربلا میں نواسۂ رسول جگر گوشۂ بتول جنتی جوانوں کے سردار سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہٗ نے جو عظیم الشان قربانی پیش کی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ رب ذوالجلال کی منشا یہی تھی کہ میرے پسندیدہ دین "اسلام" کی آبیاری اور اس کے حدود کا تحفظ آل رسول کے پاکیزہ خون سے ہو۔ سبط پیمبر ابن علی سیدنا حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہٗ نے نہ صرف اپنا بلکہ اپنی آل و اہل خاندان کا لہو پیش کرکے اللہ کی مرضی کو پورا کر دکھایا اور صبرو استقامت اور شجاعت وجواں مردی کی ایسی مثال قائم کی جو قیامت تک کے متلاشیان حق کے لیے منارۂ نور ہے۔

معرکۂ کربلا حصول اقتدار یا سیاسی مفاد کی غرض سے پیش نہیں آیا بلکہ حضرت امام حسین نے یزید کی بیعت سے انکار صرف اس بنیاد پر کیا تھا تاکہ حق اور باطل کے درمیان فرق قائم ہوسکے۔ اگر امام پاک یزید کی بیعت قبول کر لیتے تو حق وباطل کے مابین امتیاز مٹ جاتا، حلال وحرام میں تمیز ہمیشہ کے لیے ختم ہوجاتی اور اس کے بعد امت مسلمہ کے لیے نہ صرف صحیح اور غلط کے درمیان امتیاز پیدا کرنا انتہائی دشوار ہوجاتا بلکہ ظلم سہہ کر راہ حق پر قائم رہنے کا حوصلہ وجذبہ بھی ختم ہوجاتا۔ اس لیے صبرو عزیمت کے پیکر حضرت امام حسین نے ۱۸؍ سالہ جوان بیٹے حضرت علی اکبر اور چھ ماہ کے شیرخوار بچے حضرت علی اصغر سمیت اپنے اعزا واقربا کو شہید کرنا تو گوارا کیا لیکن یہ قطعی منظور نہ کیا کہ ایک ایسے شخص کی بیعت قبول کی جائے جو نہ صرف خود فسق وفجور میں مبتلا تھا بلکہ عوام الناس کو بھی گناہوں کی دعوت دیتا تھا اور دنیا اور اس کی رنگینیوں میں مست ہوکر سرعام احکامات الٰہیہ کو پامال کر رہا تھا۔ وہ دین جس کی ترویج واشاعت میں رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے جاں نثار صحابہ نے بے پناہ مشقتیں جھیلی تھیں، مصائب برداشت کیے تھے اور جانی ومالی قربانیوں کے ذریعہ اسے پروان چڑھایا تھا اسی دین حنیف کے احکامات وتعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک سنتوں کی خلاف ورزی یزید کا معمول بن چکا تھا۔ ایسے نااہل اور بدکردار شخص کی اطاعت نواسۂ رسول جن کی رگوں میں خون رسول گردش کر رہا تھا کیسے قبول کرسکتے تھے۔ چنانچہ اسی سچے اور پاکیزہ دین کی حفاظت وصیانت کی خاطر ۱۰؍ محرم الحرام ۶۱ھ جمعہ کے دن نواسۂ رسول نے جام شہادت نوش کرکے قیامت تک کے مسلمانوں کو یہ پیغام دے دیا کہ جب بھی ظالم وجابر طاقتیں تمہیں صراط مستقیم سے ہٹانا چاہیں تو تم میری قربانیوں کو یاد کر لینا۔

حضرت امام حسین کی شہادت اور تحفظ اسلام کے لیے آپ کی لازوال قربانی ہر دور کے انسانوں کے لیے بہترین نمونہ اور نظیر کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس میں راہ حق پر استقامت کا اعلیٰ ترین درس بھی موجود ہے اور باطل کے آگے سر نہ جھکانے کا ابدی پیغام بھی۔

ہر شخص جانتا ہے کہ جس کے ہاتھ سے صبر کا دامن چھوٹ گیا اس میں مقابلہ کی ہمت ختم ہوجاتی ہے اور مصیبتیں اسے خس وخاشاک کی طرح بہالے جاتی ہیں لیکن اگر اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے مصائب اور آزمائشوں کے سامنے ڈٹا رہے تو یہ کالے بادل خود بخود چھٹ جاتے ہیں۔ قرآن کریم میں ایمان والوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ صبر اور نماز سے مدد طلب کریں بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (سورہ بقرہ، آیت : ۱۵۳)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ نے میدان کربلا میں صبر اور نماز کی ادائیگی کا ایسا عظیم مظاہرہ پیش کیا کہ جس پر صبر اور نماز قیامت تک ناز کرتے رہیں گے۔ ذرا سوچیں! نگاہوں کے سامنے جوان بیٹے کی لاش بے گور وکفن پڑی ہے، ننھے علی اصغر گود ہی میں دم توڑ رہے

استاذ مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن، لکھنؤ

ہیں لیکن امام کی زبان پر حرف شکوہ نہیں بلکہ علی اصغر کی شہادت کے بعد یوں عرض کرتے ہیں اے اللہ تیرا شکر ہے کہ راہ حق میں تو نے ننھے علی اصغر کی شہادت کو بھی قبول فرمالیا۔ کیا صبر و شکر کی اس سے بڑھ کر کوئی مثال پیش کی جاسکتی ہے؟

جہاں تک نماز کی ادائیگی کا سوال ہے تو نواسۂ رسول سید نا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا سر مبارک سجدہ ہی کی حالت میں تن مبارک سے جدا کیا گیا بقول شاعر:

دنیا نہ دے سکے گی جواب اس کا حشر تک
جو سجدہ کر گیا ہے نواسہ رسول ﷺ کا

اب ذیل میں آل رسول اور اہل بیت اطہار کی عظمت و فضیلت کے حوالے سے چند آیات واحادیث پیش کئے جارہے ہیں۔

حضور سید عالم ﷺ کی محبت اور حضور کے اقارب کی محبت مسلمانوں پر فرض ہے۔ سورۂ شوریٰ آیت :۲۳/ میں ہے "اے نبی تم فرماؤ میں اس پر (تبلیغ رسالت اور ارشاد وہدایت کے عوض) تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت" اہل قرابت سے کون کون مراد ہیں؟ اس حوالے سے مفسر قرآن علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں کئی قول ہیں۔ ایک تو یہ کہ مراد اس سے حضرت علی و حضرت فاطمہ و حسنین کریمین ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایک قول یہ ہے کہ آل علی وآل عقیل وآل جعفر وآل عباس مراد ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ حضور کے وہ اقارب مراد ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اور وہ مخلصین بنی ہاشم و بنی مطلب ہیں حضور کی ازواج مطہرات حضور کے اہل بیت میں داخل ہیں (خزائن العرفان)

بہر کیف! اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے نبی کے قرابت داروں سے محبت کرنے کا مطالبہ فرمایا اور قرابت داروں میں حضور کی آل پاک بھی شامل ہے جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ آل رسول خاص طور پر حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے محبت کے بغیر اس مطالبے کو پورا نہیں کیا جاسکتا۔

سورۂ احزاب آیت : ۳۳/ میں ہے "اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کردے"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رویت ہے کہ ایک صبح نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لائے اس وقت آپ نے بالوں کا بنا ہوا پھول دار کمبل زیب تن کیا ہوا تھا۔ اتنے میں حسن بن علی رضی اللہ عنہما حاضر ہوئے آپ نے انہیں اپنے ساتھ کمبل میں داخل کر لیا پھر حسین رضی اللہ عنہ آئے اور انہیں بھی داخل کیا پھر سیدہ فاطمہ آئیں انہیں بھی داخل کر لیا پھر علی رضی اللہ عنہ آئے اور انہیں بھی داخل کیا پھر یہ آیت پڑھی (ترجمہ) اللہ تعالیٰ یہی ارادہ فرماتا ہے کہ اے اہل بیت! تم سے گناہوں کی پلیدی دور کردے اور تمہیں اچھی طرح پاک کردے۔ (مسلم بحوالہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۷/ص: ۴۸۹)

اس آیت وحدیث سے اہل بیت کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جن نفوس کو رب تعالیٰ پاک وصاف فرمادے ان سے کوئی غیر شرعی فعل سرزد نہیں ہوسکتا۔ اس لیے جو لوگ نواسۂ رسول کو نعوذ باللہ باغی قرار دیتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں انہیں اپنے ایمان کا جائزہ لینا چاہئے کیونکہ فاطمہ کے لعل سے بغض و عداوت بڑے نقصان کا سودا ہے۔

آیت مباہلہ جس کا مفہوم یہ ہے "پھر اے محبوب جو تم سے عیسیٰ کے بارے میں حجت کریں بعد اس کے کہ تمہیں علم آچکا تو ان سے فرمادو آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمھارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمھاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمھاری جانیں پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں" (سورۂ آل عمران آیت نمبر ۶۱)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) اے حبیب! آپ فرمادیں کہ آؤ ہم اپنے اور تمھارے بیٹوں کو بلاتے ہیں (تو) رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حسن وحسین کو بلایا اور دعا کی اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۷/ص: ۴۸۷) اس آیت سے بھی حضرت امام حسن وحسین کی بے پناہ فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

بنی نجران کے کچھ عیسائی حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا ہونے پر بحث کرنے لگے۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بندہ ہونے پر دلیل پیش کی لیکن جب عیسائیوں نے دلیل کو نہیں مانا اور اپنے عقیدۂ تثلیث پر اڑے رہے تو ان معاندین پر حجت قائم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان سے مباہلہ کرنے کا حکم دیا۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۸/پر.............)

نواسۂ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بچپن

حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش سے لیکر شہادت عظمیٰ تک آپ کے فضائل میں بہت سی حدیثیں موجود ہیں۔ پھر جو دو نوں شہزادوں حضرت امام حسن و حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فضائل میں احادیث کریمہ کے ذخیرہ میں موجود ہیں وہ الگ ہیں، جب سے دنیا قائم ہے اس وقت سے لیکر آج کی تاریخ کا اگر مطالعہ کریں تو بہت سے واقعات سامنے آتے ہیں، لیکن جس طرح کربلا کی سرزمین میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اپنے جانثاروں کے ساتھ ہوئی اس طرح کی مثال پوری تاریخ (History) میں نہیں ملتی۔ آپ کی ولادت سے لیکر شہادت تک کے واقعات کو پڑھ کر انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ آپ کے بچپن کے واقعات بھی بہت ہی پیارے ہیں جن کو احادیث کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔

اولاد علی اولاد نبی: حدیث پاک میں ہے: اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ جَعَلَ ذُرِّیَۃَ کُلِّ نَبِیٍّ فِیْ صُلْبِہٖ وَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی جَعَلَ ذُرِّیَتِیْ فِیْ صُلْبِ عَلِیِّ اِبْنِ اَبِیْ طَالِبٍ۔

ترجمہ: ”فرمایا بیشک اللہ عزوجل نے ہر نبی کی اولاد ان کی پشت سے پیدا کی اور بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ نے میری اولاد (حضرت) علی ابن طالب کی پشت سے پیدا فرمائی۔“ (صواعق محرقہ ص، ۱۵۴، خطبات کربلا، ص۴۹) ”سفاف الراغبین“ فی سیرۃ المصطفےٰ (ﷺ) میں ہے، جس کا ترجمہ اس طرح ہے ”سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد حضور ﷺ کی اولاد و فرزند کہلاتے ہیں۔ ترجمہ: ”ہر ماں کی اولاد اپنے عصبہ (فرزند نرینہ) کی طرف منسوب ہوتی ہے، جبکہ فاطمہ کی اولاد کا عصبہ اور ولی میں ہوں۔“ ایک حدیث میں ہے کہ ہر ماں کی اولاد اپنے آبائی خاندان کی طرف منسوب ہوتی ہے، بجز اولاد فاطمہ کے جن کا ولی اور عصبہ میں ہوں۔

آپ کی ولادت۔ ابن علی (حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ) نبی رحمت ﷺ کے چھوٹے نواسے اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ و حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے چھوٹے بیٹے تھے آپ کی ولادت مبارکہ ۵ شعبان ۴ ہجری/۸ جنوری ۶۲۶ء کو مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ (۱۰ محرم ۶۱ ہجری /۱۰/ اکتوبر ۶۸۰ء کربلا، عراق میں شہید ہوئے) حضور ﷺ نے آپ کے کان میں اذان دی، منہ میں لعاب دہن ڈالا اور آپ کے لیے دعا فرمائی پھر ساتویں دن آپ کا نام حسین رکھا، حضرت مفضل سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حسن اور حسین کے ناموں کو حجاب میں رکھا یہاں تک حضور ﷺ نے اپنے بیٹوں کا نام حسن اور حسین رکھا، کنیت، ابو عبداللہ ولقب ”سبط رسول“ وریحانۃ الرسول ہے۔ حدیث شریف میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہارون علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کا نام شبیر و شبر رکھا اور میں نے اپنے بیٹوں کا نام انھیں کے نام پر حسن اور حسین رکھا (صواعق محرقہ ص ۱۱۸) ایک حدیث میں ہے کہ: اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ اِسْمَانِ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ۔ حسن اور حسین جنتی ناموں میں سے دو نام ہیں۔ عرب کے زمانہ جاہلیت میں یہ دونوں نام نہیں تھے (صواعق محرقہ، ص۱۱۸) آپ کا عقیقہ ساتویں دن کیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے خود امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے عقیقے میں ایک ایک دنبہ ذبح کیا۔

حضرت امام حسن و امام حسین کی پرورش: آقائے نعمت ﷺ کی گود میں آپ کی پرورش ہوئی ظاہر سی بات ہے وہ ہستی جس کو اللہ نے دنیا کو راہ راست پر لانے کے لیے رسول بنا کر بھیجا آپ کی نگہداشت میں جو بچہ پلے گا بڑھے گا اس کی تربیت کے کیا کہنے۔ ڈاکٹر اقبال عرض کرتے ہیں۔

نور چشم رحمۃ اللعٰلمین — آں امامِ اوّلیں و آخریں
بانوئے آں تاجدار ہل اتیٰ — مرتضیٰ مشکل کشا شیر خدا

مادر آں قافلہ سالارِ عشق   مادر آں مرکزِ پرکارِ عشق

رحمت عالم ﷺ شہید کربلا امام عالی مقام حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے بہت محبت فرماتے، اور آپ ﷺ نے معرکہ عظیم حق وباطل میں فرق کرنے والی جنگ کربلا کے دن کے لیے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خود تربیت فرمائی تھی اور آپ کے بارے میں صراحت فرماتے تھے کہ میرے اس بیٹے کو میری امت کے اوباش حاکم شہید کریں گے۔ اور کبھی فرماتے اے ام سلمہ جب یہ مٹی خون میں بدل جائے تو یقین کر لینا کہ میرا لخت جگر شہید کیا گیا۔ (معجم الکبیر عربی) پیغمبر اسلام ﷺ دونوں بچوں کی پرورش میں لگے رہتے آپ ہی کے گہوارہ میں آپ دونوں پروان چڑھ رہے تھے۔ ایک طرف نبی آخر الزماں ﷺ جن کی زندگی کا مقصد ہی اخلاق انسانی کی تکمیل تھی جیسا کہ حدیث میں ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ، کہا: رسول اللہ ﷺ تمام انسانوں میں سب سے زیادہ خوبصورت اخلاق کے مالک تھے۔ (مسلم، حدیث ۱۵۰۰) عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حکم "خُذِ العَفْوَ" کو اختیار کرو کہ تفسیر کے سلسلے میں روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ کو حکم دیا گیا کہ وہ لوگوں کے بداخلاقی میں عفو کو اختیار کریں۔ مسلم، (باب عفو در گزر انتقام نہ لینے کا بیان) حدیث ۴۷۸۷ (آپ کے اخلاق کریمانہ کے سایہ میں اور دوسری طرف امیر المومنین علی ابن ابوطالب جو اپنے عمل سے خدا کی مرضی پر جانثار تھے تیسری طرف فاطمۃ الزہرا جو خواتین کے طبقہ میں پیغمبر اسلام کی دعوت کو عملی طور پر پہنچانے کے لیے ہی قدرت کی طرف سے پیدا ہوئی تھیں اس پاک اور نورانی ماحول میں آپ حسین رضی اللہ عنہ کی پرورش ہوئی، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

ے   کیا بات رضا اس چمنستان کرم کی
زہرا ہیں کلی جس میں حسین وحسن پھول

نواسوں سے رسول اللہ ﷺ کی محبت: حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ اپنے دونوں نواسوں کے ساتھ بہت محبت فرماتے۔ سینہ مبارک پر بٹھاتے، کاندھوں پر چڑھاتے اور مسلمانوں کو تاکید فرماتے کہ ان سے محبت رکھو۔ لیکن چھوٹے نواسے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کی محبت کا کچھ خاص امتیاز تھا۔ آپ ﷺ نماز میں سجدہ کی حالت میں تھے کہ حسین رضی اللہ عنہ پشت (پیٹھ) مبارک پر آگئے یہاں تک کہ (بچہ) امام حسین رضی اللہ عنہ خود سے بخوشی پشت پر سے اتر گئے تو آپ نے سر سجدے سے اٹھایا۔ نبی کریم ارشاد فرماتے ہیں: اَحَبَّ اللهُ مَنْ اَحَبَّ حُسَيْنًا. جس نے حسین سے محبت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی (مشکوٰۃ، ص ۵۷۱) اسی لیے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرنا حضور ﷺ سے محبت کرنا ہے اور حضور سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا ہے (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ص ۶۰۵) حضرت امام حسین سے آقا ﷺ کی محبت کی بہت سی مثالیں ہیں اور حدیثیں ہیں، ایک دلپزیر حدیث مطالعہ فرمائیں اور اپنے دل کو محبت حسین سے بھر لیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا چھوٹا بچہ کہاں ہے؟ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے اور حضور کی گود میں بیٹھ گئے اور اپنی انگلیاں داڑھی مبارک میں داخل کر دیں حضور نے ان کا منھ کھول کر بوسہ لیا پھر فرمایا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّهٗ فَاَحِبَّهٗ وَ اَحِبَّ مَنْ يُّحِبُّهٗ. ترجمہ: اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور اس سے بھی محبت فرما جو اس سے محبت کرے۔ (نور الابصار ص ۱۱۴، خطبات محرم ص ۳۳) نبی کریم ﷺ کی تربیت کا نتیجہ ہی تھا کہ آپ انتہائی عابد و زاہد اور بہت فضیلت کے مالک تھے۔ کثرت سے نماز، روزہ، حج، صدقہ اور دیگر امور خیر ادا فرماتے تھے، آپ نے پیدل چل کر ۲۵ حج کئے۔ اللہ، اللہ! نماز کی پابندی کا اندازہ اسی بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کی شہادت بھی سجدے میں ہوئی آپ کی چاہت و محبت کا دم بھرنے والوں کو نماز سے بھی محبت ہونی چاہیے تبھی سچے حسینی کہلانے کے حق دار ہوں گے ورنہ دعویٰ بے دلیل صحیح نہیں ہوتا۔ آپ کے محاسن و کمالات احادیث سے لیکر بزرگان دین کی بیاض و تاریخ کی کتابوں میں بھرے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ آپ کے بچپن سے لیکر شہادت تک کے واقعات اپنے بچوں اور نئی نسلوں کو بتائیں تاکہ ان کے دلوں میں ایمانی حرارت پیدا ہو اور سچ و حق پر چلنے کی ترغیب ملے اللہ ہمیں شہیدان کربلا کی طرح سچ اور حق پر چلنے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی زندگی سے سبق لینے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔ ☆☆☆

محرم الحرام میں نمازوں اور روزوں کے فضائل

محمد آل مصطفیٰ مرکزی

ماہ محرم الحرام سے اسلام کا نیا سال شروع ہوتا ہے جس طرح دیگر مہینے اپنے دامن میں عظمت وشرافت کی ضیائیں سمیٹے ہوئے ہیں محرم شریف کا مہینہ بھی حرمت و تقدس کی خوشبو سے معطر ہے ۔ چند احادیث مبارکہ نذر قارئین ہیں اور اس رات کی عبادت کے طریقے بھی ملاحظہ کریں تاکہ شب عاشورہ کی لذتوں سے آشنائی ہو اور زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھاسکیں۔

ماہ محرم کی فضیلت :

حدیث شریف میں ہے: محرم، اللہ کے لئے ہے اس کی تعظیم کرو۔جس نے ماہ محرم کی قدر کی اللہ تعالیٰ اسے جنت میں عزت عطا فرمائے گا اور دوزخ سے نجات دے گا۔

ماہ محرم کی شب اول کی نماز وذکر:

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جو شخص ماہ محرم الحرام کی شب اول میں شب بیداری کرے اور آٹھ رکعات نفل اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص دس بار پڑھے تو میں بروز قیامت اس کی اور اس کے گھر والوں کی شفاعت کروں گی ۔ اگر چہ اس پر دوزخ کی آگ واجب ہو چکی ہو۔

سلطان الہند عطائے رسول حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی محرم الحرام کی چاند رات میں دو رکعت پڑھے دونوں رکعت میں الحمد کے بعد سورہ اخلاص دس مرتبہ پڑھے تو اس نماز پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ بہشت میں دو ہزار محل عطا فرمائے گا ۔ ہر محل میں ہزار دروازے یاقوت کے ہوں گے ہر دروازے پر ایک تخت زَبرجد کا ہوگا۔ اور اس پر حور بیٹھی ہوگی ۔ اور چھ ہزار بُرائیاں اس نمازی کی دور کی جائیں گی۔ اور چھ ہزار نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھی جائیں گی۔

یکم محرم کا روزہ:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ذی الحجہ کے آخری دن روزہ رکھا گویا اس نے گذشتہ سال کو روزوں میں ختم کیا (یعنی سال بھر روزہ رکھا)اور آئندہ سال کو بھی روزہ سے شروع کیا۔ اللہ نے اس کے پچاس برس کے گناہوں کا اس روزہ کو کفارہ بنادیا۔(غنیۃ الطالبین)

یکم اور ۲۹/۳۰ محرم کا روزہ:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ماہ محرم کی پہلی اور انتیس وتیس تاریخوں کا روزہ رکھے ۔ اور راتوں کو قیام (نوافل وتلاوت)کرے اس کے نامۂ اعمال میں تیس برس کی عبادت کا ثواب لکھا جائے گا ۔ اور پل صراط پر گزرنا آسان ہوگا ۔ اور اس کا چہرہ چودہویں رات کے چاند کے مانند چمکتا ہوگا۔

محرم کے عشرۂ اوّل کا روزہ:

حدیث شریف میں ہے کہ جس نے محرم کے شروع میں دس روزے رکھے اس کے لئے ایسا ثواب ہے کہ گویا اس نے دس ہزار برس اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایسی عبادت کی کہ دن میں روزہ رکھا اور رات میں قیام کیا۔

یوم عاشورہ کا روزہ:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو یہودیوں کو عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہوئے دیکھا ۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ یہ کیسا دن ہے کہ تم لوگ روزہ رکھتے ہو؟ عرض کیا کہ یہ عظمت والا دن ہے ۔کیوں کہ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بطور شکر اس دن کا روزہ رکھا تو ہم بھی روزہ رکھتے ہیں ۔ حضور نے

ارشاد فرمایا موسیٰ علیہ السلام کی موافقت کرنے میں بہ نسبت تمھارے ہم زیادہ حقدار ہیں اور زیادہ قریب ہیں تو حضور نے خود بھی روزہ رکھا اور اس کا حکم بھی فرمایا۔(بخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضِی اللہ تعالیٰ عنہما ہی سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کسی دن کے روزہ کو اور دن پر فضیلت دیکر جستجو فرماتے نہ دیکھا مگر یہ عاشورہ کا دن (بخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہ رضِی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رمضان کے بعد افضل روزہ محرم کا روزہ ہے۔(مسلم، ترمذی، ابودائود)

حضرت ابوقتادہ رضِی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے اللہ سے امید ہے کہ عاشورہ کا روزہ ایک سال قبل کے گناہ کو مٹا دیتا ہے۔(ترمذی شریف ج اول ص ۲۹۰)

یوم عاشورہ کی اہمیت :

حضرت عبداللہ ابن عباس رضِی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے محرم کی دس تاریخ یعنی عاشورہ کا روزہ رکھا، اس کو دس ہزار فرشتوں ، دس ہزار شہیدوں اور دس ہزار حج و عمرہ کرنے والوں کا ثواب دیا جائے گا۔ جس نے عاشورہ کو کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اللہ تعالیٰ اس کے سر کے بال کے عوض جنت میں اس کا درجہ بلند کرے گا۔۔ جس نے عاشورہ کی شام کو کسی مومن کا روزہ کھلوایا گویا اس نے اپنی طرف سے تمام امت محمدیہ کو افطار کرایا اور ساری امت کا پیٹ بھرا۔ صحابہ کرام رضِی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ! کیا اللہ تعالیٰ نے عاشورہ کے دن تمام دنوں پر فضیلت دی ہے ؟ تو حضور نے ارشاد فرمایا ہاں ! اللہ تعالیٰ آسمانوں ، زمینوں ، پہاڑوں اور سمندروں کو عاشورہ کے دن پیدا فرمایا۔ لوح و قلم کو بھی عاشورہ کے دن پیدا فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق عاشورہ کے دن ہوئی۔ اور ان کو عاشورہ ہی کے دن جنت میں داخل فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام عاشورہ کے دن پیدا ہوئے۔ ان کے بیٹے کا فدیہ قربانی عاشورہ کے دن دیا گیا۔ فرعون کو عاشورہ کے دن دریائے نیل میں ڈوبا دیا گیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی تکلیف عاشورہ کے دن دور فرمائی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ عاشورہ کے دن قبول فرمائی ۔ حضرت دائود علیہ السلام کی لغزش عاشورہ کے دن دور فرمائی ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عاشورہ کے دن پیدا ہوئے ۔ قیامت عاشورہ کے دن واقع ہوگی ۔(غنیۃ الطالبین)

حضرت عمر فاروق اعظم رضِی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا! کیا اللہ تعالیٰ نے عاشورہ کے روزے کے ساتھ ہم کو بڑی فضیلت عطا فرمائی ؟ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسا ہی ہے۔ کیوں کہ اسی دن اللہ تعالیٰ نے عرش و کرشی ، ستاروں اور پہاڑوں کو پیدا فرمایا۔ لوح و قلم عاشورہ کے دن پیدا کئے گئے۔ حضرت جبرئیل اور دوسرے ملائکہ علیہم السلام کو عاشورہ کے دن پیدا کیا۔ حضرت آدم و حضرت ابراہیم علیہما السلام کو عاشورہ کے دن پیدا فرمایا۔ فرعون کو عاشورہ کے دن غرقاب کیا۔ حضرت ادریس علیہ السلام کو عاشورہ کے دن آسمان پر اٹھایا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی تکلیف کو عاشورہ کے دن دُور فرمایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عاشورہ کے دن آسمان پر اٹھایا۔ اور عاشورہ کے دن ہی ان کی پیدائش ہوئی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ بھی اسی دن قبول ہوئی ۔ حضرت دائود علیہ السلام کی خطا بھی اسی دن معاف ہوئی ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جن و انس پر حکومت اسی دن عطا ہوئی۔ قیامت عاشورہ کے دن ہوگی۔ آسمان سے سب سے پہلے بارش عاشورہ کے دن ہوئی۔ جس دن آسمان سے پہلی مرتبہ رحمت نازل ہوئی وہ عاشورہ کا دن تھا۔ جس نے اس دن کسی کی عیادت کی گویا اس نے تمام اولاد آدم کی عیادت کی۔ جس نے دسویں محرم کو پانی کا ایک گھونٹ کسی کو پلایا گویا اس نے تمام پیاسے انسانوں کو پانی پلایا۔ جس نے عاشورہ کے دن اپنے اہل و عیال کے لئے وسیع پیمانے پر خرچ کرنے سے پورا سال رزق میں وسعت و برکت رہتی ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص عاشورہ کے دن اپنے اہل و عیال پر خرچ میں اضافہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر

پورا سال وسعت فرمائے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کا تجربہ کیا تو وسعت ہی پائی۔ لہذا مسلمانوں کو اس دن وسیع پیمانے پر خیرات کرنی چاہیے۔ اس سے رزق میں اضافہ ہوگا اور خوشحالی کے دروازے کھلیں گے۔

غسل :

محرم کی دس تاریخ کو غُسل ضرور کریں کیونکہ اس روز زمزم کا پانی تمام پانیوں میں پہنچتا ہے۔ مصنف تفسیر نعیمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں عاشورہ کے دن غسل کرنے والا سال بھر بیماریوں سے محفوظ رہے گا۔

سرمہ لگانا:

محرم کی دس تاریخ کو جو شخص سرمہ لگائے تو انشاء اللہ سال بھر اس کی آنکھ نہیں دکھے گی۔ (در مختار)

شب عاشورہ کی نمازیں :

حضرت مولا علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے عاشورہ کی شب (جس نے ۹؍محرم کا دن گذر کر آنے والی رات) کو عبادت کی تو اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا اس کو زندہ رکھے گا۔ (غنیۃ الطالبین)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص شبِ عاشورہ میں رات بھر عبادت میں مشغول رہے اور صبح کو وہ روزہ سے ہو تو اس کو اس طرح موت آئے گی کہ اس کو مرنے کا احساس بھی نہیں ہوگا۔ (غنیۃ الطالبین) اس لئے علمائے کرام نے اس برکت والی رات میں بہت سی نمازیں بیان فرمائی ہیں۔ ان میں سے چند قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی جارہی ہیں۔

(۱) دو رکعت نماز نفل اس رات میں روشنی قبر کیلئے پڑھیں۔ اس کی ترکیب یہ ہے کہ دونوں رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص (قل ھواللہ احد) تین تین بار پڑھے۔ اللہ تعالیٰ قیامت تک اس نماز پڑھنے والے کی قبر کو روشن فرمادے گا۔

(۲) چار رکعت نماز نفل ایک سلام سے پڑھیں۔ چاروں رکعتوں میں الحمد کے بعد سورہ اخلاص پچاس پچاس مرتبہ پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ اس نماز پڑھنے والو کے پچھلے پچاس سال کے گناہ اور آئندہ پچاس سال کے گناہ بخش دے گا۔ (جواہر غیبی)

(۳) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: شب عاشورہ میں چار رکعت نفل اس ترکیب سے پڑھیں کہ ہر رکعت میں الحمد کے بعد آیت الکرسی ایک بار اور سورہ اخلاص تین بار پڑھیں۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد سورہ اخلاص سو بار پڑھیں تو اس کی برکت سے گناہوں سے پاک ہو جائیں گے اور جنت میں بے انتہا نعمتیں حاصل ہوں گی۔

(۴) چار رکعت ایک سلام سے پڑھیں۔ چاروں میں الحمد کے بعد سورہ اخلاص ۵۰؍بار پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوگی۔

یوم عاشورہ کی نمازیں :

(۱) عاشورہ کے دن چار رکعت نماز نفل اس طرح پڑھیں کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص پچاس مرتبہ پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ اس نماز پڑھنے والے کے پچاس برس گزشتہ کے اور پچاس برس آئندہ کے گناہ معاف فرمائے گا اور جنت میں اس کے لئے نور کے ہزار محل تعمیر کرائے گا۔ (غنیۃ الطالبین)

(۲) عاشورہ کے دن غسل کرکے دو رکعت نماز نفل اس طرح پڑھیں کہ ہر رکعت میں الحمد کے بعد سورہ اخلاص دس بار پڑھیں اور سلام کے بعد ایک مرتبہ آیت الکرسی اور نو مرتبہ درود ابراہیمی پڑھیں۔ عمر میں خیر و برکت اور زندگی میں فلاح و نعمت حاصل ہوگی۔

(۳) عاشورہ محرم کو سورج بلند ہونے کے بعد (تقریباً نو بجے صبح) دو رکعت نماز نفل ادا فرمائیں۔ ہر رکعت میں الحمد کے بعد جو بھی سورہ یاد، پڑھیں۔ بے حد و بے اندازہ ثواب پائیں گے۔ (راحت القلوب)

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مولائے کریم اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل مسلمانوں کو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سچی محبت عطا فرمائے۔ اور جس مقصد کیلئے آپ نے اپنی جان قربان فرمائی اس کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ محرم الحرام کی جملہ خرافات و بدعات سے محفوظ و مامون فرمائے، آمین۔

☆☆☆

مصنفِ قانونِ شریعت

محمد عبد المبین نعمانی قادری مصباحی

شمس العلما قاضی شمس الدین احمد جون پوری علیہ الرحمۃ

ماضی قریب کے اکابر علماے اہلِ سنت میں شمس العلما قاضی شمس الدین احمد جعفری جون پوری علیہ الرحمۃ بڑی شان و شوکت کے عالم تھے، اگرچہ بظاہر بہت سادہ انداز میں رہتے، بدن بھی بس ایسا تھا کہ ہڈی چمڑے کے علاوہ گوشت کی مقدار بہت کم تھی، یعنی انتہائی پتلے دبلے تھے، پھر بھی میں نے نہیں دیکھا کہ ان کے اندر ضعف و نقاہت رہی ہو، چاق چوبند ہی نظر آتے تھے، چلنے پھرنے میں بھی کوئی تکلف نہیں تھا، البتہ آخر عمر میں کہیں پھسل جانے کی وجہ سے پاؤں میں چوٹ آگئی تھی جس کی وجہ سے ذرا سا لنگ پیدا ہو گیا تھا اور چلنے پھرنے میں کچھ دشواری ضرور پیدا ہو گئی تھی، پھر بھی معمولات حسبِ دستور تھے۔

مبارک پور دار العلوم اشرفیہ کے سالانہ امتحان میں بھی تشریف لاتے تھے۔ وصال سے چند سال قبل جب الجامعۃ الاشرفیہ میں تعلیم ہونی شروع ہو گئی تھی تو آپ کو تدریس کے لیے مدعو کیا گیا تھا، تشریف لائے، غالباً ڈیڑھ یا دو سال درس دیا پھر کسی عذر کی وجہ سے مستعفی ہو کر جامعہ حمیدہ بنارس تشریف لے گئے جہاں پہلے بھی تدریسی خدمات انجام دے چکے تھے۔

سب سے پہلے میں نے دورِ طالب علمی میں اس وقت حضرت شمس العلما کو دیکھا جب حضرت ہٹیہ، مدن پورہ، بنارس میں جامعہ حمیدیہ کی پرانی بلڈنگ میں درس دے رہے تھے، اس وقت میں نے دیکھا کہ مولانا محی الدین احمد، ہشام میاں قانونِ شریعت کی جز بندی کر رہے ہیں، مجھے تعجب ہوا، لیکن پہلی ملاقات تھی اور میں بہت چھوٹا تھا، اس لیے کچھ کہہ نہ سکا، غالباً ۱۹۶۵–۱۹۶۶ء کی بات ہوگی، پھر جب دار العلوم اشرفیہ، مبارک پور پڑھنے کے لیے آ گیا تو جب بھی بنارس چھٹیوں میں جاتا مدن پورہ، حضرت سے ملنے، دعائیں لینے جاتا۔ حضرت مولانا محمد سلیمان اشرفی بھاگل پوری بھی انھیں دنوں وہاں مدرس تھے، ان کا نیاز بھی حاصل ہوتا، یہ حضرات واقعۃً علامہ تھے، علمی جاہ و جلال سے پر تھے، جس موضوع پر گفتگو کیجیے سیری ہو جاتی، اختلاف و انتشار کی باتوں سے دور رہتے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے، غالباً میں اس وقت اشرفیہ سے فارغ ہو چکا تھا، حضرت شمس العلما سے ملنے آیا، ملاقات کے دوران ہمت کر کے گویا ہوا کہ حضرت قانونِ شریعت جو غیر مجلد ہی فروخت ہوتی ہے، کاش اس کی بہترین جلد بن جایا کرے تو کتاب کا ظاہری حسن بڑھ جائے گا اور کتاب خوب صورت لگے گی، اس طرح شاید اس کی اشاعت میں بھی اضافہ ہو جائے گا۔ حضرت نے جواباً ارشاد فرمایا: آپ جانتے ہیں کہ سنی لوگ عام طور سے غریب ہیں، جب جلد بن جائے گی تو کتاب کی قیمت بڑھ جائے گی، غریب سنی لینے میں دشواری محسوس کریں گے، یہ سن کر میں خاموش ہو گیا اور پھر کچھ عرض کرنے کی ہمت نہ ہوئی، اس سے حضرت کی غربا پروری کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

ایک بار اور میں ملاقات و زیارت کی غرض سے خدمت میں حاضر ہوا، یہ ۱۹۷۹ء کا واقعہ ہے، پوچھا کہاں سے آئے، کہاں رہتے ہیں؟ عرض کیا: گھر ہی سے آ رہا ہوں، جمشید پور (ٹاٹا نگر) دار العلوم غوثیہ نظامیہ میں درس کا کام کرتا ہوں۔ اس وقت وہاں زبردست فرقہ وارانہ فساد ہو چکا تھا، اس کے کچھ دنوں کے بعد رخصت لے کر گھر آیا ہوا تھا۔ حضرت نے پوچھا: فساد میں کیا ہوا؟ عرض کیا: تباہی ہوئی، کافی تعداد میں مسلمان مارے گئے۔ فرمایا: چلو مرتے وقت اللہ کو یاد کرتے رہے ہوں گے (ورنہ عام طبعی موت میں تو گھر دوار، خویش و اقارب، مال و دولت کی یاد میں آدمی جاتا ہے) اس موت کو شہادت کی موت کہتے ہیں، مرنے والوں کے اس سے درجے بلند ہوئے ہوں گے۔

اس واقعہ سے عام موت اور شہادت میں کیا فرق ہے، حضرت شمس العلما کے ارشاد سے خوب واضح ہے۔

نماز کی پابندی کا یہ حال تھا کہ تیسرے مالے سے اتر کر نیچے مسجد میں جو مدرسہ حمیدیہ سے متّصل تھی نماز ادا کرنے تشریف لے جاتے اور جماعت سے نماز ادا کرتے اور جب موجود رہتے خود ہی امامت فرماتے، بڑھاپے کے باوجود حضرت کی آواز میں کڑک تھی، تلاوت میں بھی آواز بلند رہتی اور عام حالات میں بھی جب کسی کو پکارتے دور تک آواز جاتی۔

میں نے کبھی حضرت کی تقریر نہیں سنی، مجھے اتفاق ہی نہیں ہوا، جو لوگ حضرت سے زیادہ قریب رہنے والے ہیں اس سلسلے میں وہی بتا سکتے ہیں، امید ایسی ہی ہے کہ جب ضرورت پڑتی عالمانہ تقریر فرماتے رہے ہوں گے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سے بے پناہ عقیدت فرماتے، آپ بچپن میں اعلیٰ حضرت سے مرید ہو گئے تھے، اعلیٰ حضرت کی ہی فکر اور انھیں کے مسلک کو اپنا محور و مرکز قرار دیتے، اعلیٰ حضرت کے خلاف کوئی بات سننا گوارا نہیں کرتے، مرشد زادے، تاجدارِ اہلِ سنت سرکار مفتیِ اعظم ہند قدس سرہ سے بھی بھرپور محبت فرماتے اور جب کبھی مفتیِ اعظم کی بارگاہ میں حاضری دیتے عقیدت مندانہ حاضری دیتے بہت مؤدب ہو کر بیٹھتے اور خاموش رہتے، ہاں جب کوئی اہم ضرورت ہوتی تب ہی کچھ عرض کرتے، ایک مرتبہ فرمایا: مفتیِ اعظم جیسا فقہ کا ماہر اس زمانے میں کوئی دوسرا نہیں۔

ادب و احترام کا سلسلہ مفتیِ اعظم تک بس نہیں تھا، حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری صاحب علیہ الرحمہ کا بھی احترام فرماتے اور نسبتِ اعلیٰ حضرت کا خوب خوب لحاظ فرماتے۔

ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی کا بیان ہے کہ ۱۹۷۶ء میں وہ بنارس حضرت تاج الشریعہ کے ساتھ گئے اور شمس العلما کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو شمس العلما نے کھڑے ہو کر ازہری صاحب کا استقبال کیا اور انھیں اپنی مسند پر بٹھایا۔ (حیاتِ حافظِ ملت، از: مولانا بدر القادری، ص:۱۲۱)

حضور حافظِ ملت علیہ الرحمہ کا جب انتقال ہوا تو آپ نے تعزیت نامہ ارسال فرمایا اور تحریر کیا:

”حضرت حافظِ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے انتقال پر ملال کی خبر جاں کاہ اور روح فرسا ہے۔ جس قدر صدمہ و حزن ہوا وہ قابلِ بیان نہیں۔ اس کے علاوہ کہ قوم و ملت کو ان کے اٹھ جانے سے کیا نقصان پہنچا۔ ہم اپنے قدیم مہربان دوست اور کرم فرما ساتھی سے محروم ہو گئے۔“ (ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور، ستمبر ۱۹۷۶ء)

قانونِ شریعت دو حصے لکھ کر حضرت شمس العلما علیہ الرحمہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا ہے، بظاہر یہ بہارِ شریعت کی تلخیص ہے، مگر اس میں حضرت شمس العلما کی فقیہانہ بصیرت کے جلوے بھی جگہ جگہ بکھرے ہوئے ہیں، اس موضوع پر گہرائی سے مطالعہ کر کے لکھنے کی ضرورت ہے۔ اور اس کا حصۂ عقائد جو شروع کے حصہ اول میں شامل ہے وہ مستقل تصنیف ہے۔

ایک زمانہ وہ تھا کہ ہندوستان میں بہارِ شریعت نایاب تھی، کوئی مکتبہ اس کو شائع نہیں کرتا تھا، اس وقت مسلمانوں میں قانونِ شریعت ہی متداول فقہی کتاب تھی۔ اب جب کہ بہارِ شریعت مسلسل شائع ہو رہی ہے اور مختلف انداز سے چھپ رہی ہے، تب بھی قانونِ شریعت عوام الناس میں مقبول ہے کہ عام فہم بھی ہے اور مختصر بھی۔ اس وقت دہلی کے کئی کتب خانے اسے شائع کر رہے ہیں۔ جن ناشرینِ کتب نے حضرت شمس العلما کے شائع کردہ نسخے کا عکس لے کر شائع کیا ہے، وہ تو صحیح نسخہ ہے لیکن کئی ناشرین نے نئی کمپوزنگ کر کے شائع تو کر دیا ہے، مگر اس کی تصحیح کا اہتمامِ تام نہیں کیا، جیسا کہ عام تاجر پیشہ حضرات کا دستور چلا آتا ہے، کیوں کہ تصحیح کا کام کرنا اور کرانا دونوں بہت دشوار، دقت طلب اور خرچیلا کام ہے۔ عام ناشرین اس میں پڑنا نہیں چاہتے۔ ابھی چند ماہ پیشتر مولانا خالد ایوب اشرفی (جو برطانیہ میں رہتے ہیں) ایک نہایت خوب صورت نسخہ قانونِ شریعت کا لے کر الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور تشریف لائے، جس کا سائز بھی بڑا ہے، اس کی زیارت ہوئی تو دل باغ باغ ہو گیا۔ اس نسخے کو عام ہونا چاہیے، اب تک ہندوستان میں اس کی اشاعت کی اطلاع نہیں۔

قانونِ شریعت اپنی جامعیت اور اختصار کی وجہ سے کئی مدارس کے نصاب میں بھی شامل ہے اور بہت مفید ہے۔ اس کا انگریزی، ہندی اور گجراتی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ اشد ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کا بنگلہ زبان میں بھی ترجمہ ہو اور رومن انگلش میں بھی اس کو شائع کیا جائے، کیوں کہ آج اکثر انگلش داں مسلمان اردو سمجھتے بولتے ہیں مگر اردو پڑھنا لکھنا نہیں جانتے، ان کے لیے رومن انگلش کی کتابیں مفید ہوتی ہیں، بالکل ایسے ہی جیسے آج کل اردو کتابیں ہندی میں شائع کی جاتی ہیں، لوگ پڑھتے اور سمجھتے ہیں، البتہ مشکل الفاظ کی فرہنگ ضروری ہے، بلکہ فرہنگ تو آج کے زمانے میں اردو کتابوں کی بھی ہونی چاہیے۔ خصوصاً بہارِ شریعت اور قانونِ شریعت جیسی مسائل کی کتابوں میں تو فرہنگ کی زیادہ ضرورت ہے تاکہ ان کا فائدہ عام سے عام ہو سکے۔

لباس: حضرت کا سادہ رہا کرتا، پائجامہ کرتا عام طور سے استعمال کرتے، جاڑے کے دنوں میں شیروانی زیب تن فرماتے اور اونی کان ٹوپ بھی پہنتے، لنگی میں کبھی میں نے نہیں دیکھا، شاید بوقت خواب استعمال کرتے رہے ہوں۔

ایک موقع پر استاذ العلما حضور حافظِ ملت علیہ الرحمہ نے آپ کے بارے میں فرمایا: ”یہ خیر الاذکیا ہیں۔“ جب کہ آپ کے ساتھیوں میں تھے۔

عوامی شہرت، ریاکاری وغیرہ سے کوسوں دور تھے، چوں کہ عوامی جلسوں میں بھی آپ کی شرکت بہت کم ہوا کرتی تھی، جس کی وجہ سے شہر کے بہت سے لوگ بھی آپ کے بارے میں نہیں جانتے تھے کہ کتنے بڑے عالم ہیں اور بنارس ہی میں رہتے ہیں۔ ایک بار کا واقعہ ہے کہ

میرے ہاتھ میں قانونِ شریعت کا قدیم مطبوعہ نسخہ تھا اور وہ میرے بڑے والد جناب محمد اسحاق کامل مرحوم کا تھا، بر سبیلِ تذکرہ میں نے کہا کہ اس کے مصنف شمس العلما قاضی شمس الدین صاحب مدن پورہ جامعہ حمیدیہ رضویہ میں پڑھاتے ہیں تو انھیں بڑا تعجب ہوا، کہا: کیا اس کے مصنف ابھی زندہ ہیں اور یہیں بنارس میں پڑھاتے ہیں؟ میں نے عرض کیا: ہاں زندہ ہیں اور باضابطہ درس دیتے ہیں۔ پھر انھوں نے کہا: میں سمجھتا تھا کہ کسی بہت پرانے عالم کی یہ کتاب ہے۔

اس سے پتہ چلا کہ حضرت شمس العلما نہایت سادگی اور گم نامی کی زندگی گزارتے تھے، جب کہ آپ کی کتاب قانون شریعت، عالم گیر شہرت کی حامل ہے۔ اللہ والے اور پاک باطن لوگ کچھ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ حضرت شمس العلما کی زندگی عالمانہ کے ساتھ صوفیانہ بھی تھی، آپ کے علم پر تصوف کا رنگ چڑھا ہوا تھا، اگر چہ لوگ آپ کو محض جامع معقولات و منقولات ہی سمجھتے رہے۔

وصال و تدفین: محبِ گرامی مولانا بدر القادری صاحب ایک دل چسپ واقعہ نقل فرماتے ہیں:

"حضرت شمس العلما اور حضور مجاہدِ ملت (علیہما الرحمہ) چوں کہ ہم درس تھے، لہٰذا ایک دوسرے سے بڑی بے تکلفی تھی، وصال سے ایک سال قبل ان دونوں بزرگوں کی ملاقات ہوئی، دورانِ گفتگو حضور مجاہدِ ملت نے فرمایا بتاؤ قاضی صاحب پہلے آپ انتقال کریں گے یا میں؟ تو شمس العلما نے فرمایا: "پہلے آپ پھر میں" آخر ایسا ہی ہوا۔ پہلے حضرت مجاہدِ ملت کا (بتاریخ ۶/ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ /۱۳/ مارچ ۱۹۸۱ء) وصال ہوا، بعد میں حضرت شمس العلما کا۔ (حیات، حافظِ ملت، ص: ۱۲۱)

وصال کا مختصر واقعہ جو مجھے قریبی لوگوں سے معلوم ہوا، یہ ہے کہ شب یکم محرم الحرام ۱۴۰۲ھ کو چھ لوگ آئے اور ایک مختلف فیہ مسئلے پر گفتگو کرنے لگے، حضرت نے جو جواب دیا وہ اس سے مطمئن نہیں ہوئے اور گستاخانہ انداز اختیار کر لیا، جس سے حضرت بہت کبیدہ خاطر ہوئے، اتنے میں شہزادۂ سرکارِ کلاں حضرت مولانا سید انوار اشرف صاحب اشرفی جیلانی جو اس وقت جامعہ حمیدیہ میں حضرت شمس العلما سے درس لے رہے تھے، تشریف لے آئے اور گستاخوں کو ڈانٹ کر وہاں سے بھگا دیا۔ بات آئی گئی ہوگی، سب لوگ اپنے اپنے بستروں پر جا کر سو گئے، صبح ہوئی تو حضرت مولانا نجم الدین احمد صاحب مدرس جامعہ نے آواز دی یا کنڈی ہلائی۔ جب حضرت کی بیداری کا کچھ سراغ نہ لگا تو دوسرے دروازے سے کمرے میں داخل ہوئے، دیکھا حضرت شمس العلما چار پائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور ان کے سینے پر امام غزالی علیہ الرحمہ کی مشہور زمانہ کتاب "کیمیاے سعادت" رکھی ہوئی ہے، ٹٹولا تو معلوم ہوا کہ جان جانِ آفریں کے سپرد کر چکے ہیں۔ موت کی یہ کیفیت دیکھ کر بھی اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت کو تصوف سے گہرا لگاؤ تھا اور امامِ تصوف حضرت شیخ غزالی سے خاص طور پر متاثر تھے، جبھی تو زندگی کے آخری لمحات میں ان کی کتاب زیرِ مطالعہ رکھی، احباب و تلامذہ نے سنا تو سب غم واندوہ کے دریا میں غرق ہو گئے، زبانوں پر "اِنا للہ واِنا اِلیہ راجعون" جاری ہونے لگا، نمازِ جنازہ بنارس ہی میں پہلی بار ادا کی گئی اور جنازے کی امامت شیرِ بنارس حضرت مولانا شاہ عبد الوحید صاحب حمیدی (علیہ الرحمہ) نے فرمائی۔ پھر جنازہ جون پور آبائی وطن روانہ ہوا۔ جمعہ کا دن تھا، عصر کے وقت دوبارہ نمازِ جنازہ حضرت کے ولیوں کی اجازت سے ادا کی گئی اور امامت کے فرائض جناب شیخ سید فصیح الدین صاحب نے انجام دیے۔ یہ نماز خانقاہ رشیدیہ جون پور کے صحن میں ادا کی گئی اور قبل مغرب جیل کے قبرستان متّصل روڈویز مزار حضرت قطب بینائے دل قلندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جوارِ قدس میں تدفین عمل میں آئی۔ ناچیز راقم الحروف نے ایک سے زائد بار حاضری دی اور فاتحہ پڑھی ہے، ایک بار عرسِ پاک میں بھی شرکت کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔

آپ کے صاحب زادۂ والا تبار مولانا محی الدین احمد ہشام میں جانشین ہیں اور مدرسہ حنفیہ جون پور کا احیا فرما کر اسے عروج پر لے جا رہے ہیں۔ دورۂ حدیث تک تعلیم ہے، آپ ہی شیخ الحدیث اور مہتمم ہیں، یہ وہی مدرسہ ہے جہاں صدر الشریعہ علامہ امجد علی علیہ الرحمہ مصنف بہارِ شریعت نے حضرت علامہ مولانا ہدایت اللہ خاں رام پوری علیہ الرحمہ سے درس لیا اور شمس العلما نے بھی جہاں درس دیا۔ عرصۂ دراز تک یہ مدرسہ ویران تھا اب نئے سرے سے تعمیر و تدریس کی طرف گامزن ہے۔

حضرت مولانا محی الدین احمد ہشام نے حضرت شمس العلما کے صاحب زادے ہونے کے ساتھ ساتھ ابتدا تا انتہا حضرت ہی کے زیرِ سایہ رہ کر تعلیمی سفر طے فرمایا ہے، علم و فضل میں حضرت کے وارث و جانشین ہیں اور جون پور کی سر زمین، قرب و جوار اور ہندوستان کے دوسرے خطوں کو بھی اپنی دعوتی خدمات سے سرفراز فرما رہے ہیں اور ساتھ ہی درس و تدریس کے میدان میں بھی حضرت شمس العلما کے فیضان علمی کو لٹا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز کرے اور مزید خدماتِ دینیہ کی توفیق ارزاں فرمائے۔ آمین۔

جنازے کی نماز میں حضرت سرکارِ کلاں مولانا سید شاہ مختار اشرف کچھوچھوی سجادہ نشیں خانقاہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ نے بھی شرکت فرمائی اور بنارس و قرب و جوار کے تقریباً سبھی علما و مشائخ نے بھی شرکت کی سعادت حاصل کی۔ ☆☆☆☆☆

مسلم اقلیتی طبقے کی پسماندگی کا ذمہ دار کون؟

محمد ضیاء الدین برکاتی

(۷) نیا سویرا: تکنیکی اور پیشہ وارانہ کورسیز اور مقابلہ جاتی امتحانات کے ذریعہ اقلیتی طلبہ میں روزگار اور صلاحیت کو بڑھانے کے لیے ہے جس کے تحت انھیں فری (مفت) کوچنگ فراہم کی جاتی ہے۔ جیسے: UPSC، SSC، RRBS، بینکنگ سے متعلق، انجنیئرنگ کورسیز، میڈیکل کورسیز، پروفیشنل کورسیز جیسے CAT، CLAT، MBA وغیرہ جیسی انتہائی اہم تعلیم دی جاری ہے۔

(۸) نئی اڑان: یہ UPSC، PSC کے ذریعے منعقد ہونے والے امتحانات میں پہلا مرحلہ کامیاب کرنے والے اقلیتی طبقوں کے طلبہ کی مدد کے لیے چلائی گئی انتہائی اہم اسکیم ہے جس کے تحت ایک لاکھ روپے دیے جاتے ہیں۔

(۹) شادی شگن اسکیم: اقلیتی طبقوں سے تعلق رکھنے والی لڑکیوں بالخصوص مسلم لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے مائل کرنا ہے۔ اس کا فائدہ گریجویشن مکمل کرنے والی لڑکیوں میں جن لڑکیوں نے مولانا آزاد ایجوکیشن فاؤنڈیشن سے وظیفہ حاصل کیا ہو ان لڑکیوں کو اکیاون ہزار (۵۱۰۰۰) روپے کی مدد ملے گی۔

اس کے علاوہ درجہ دس کامیاب کرنے پر ۱۰/ ہزار روپے تحفے کی شکل میں عطا کیے جائیں گے۔

(۱۰) پردھان منتری جن وکاس کاریہ کرم: مرکزی حکومت کی جانب سے جنگی پیمانے پر یہ مہم شروع کی گئی ہے تاکہ ملک بھر کے ۳۰۸/ ضلعوں میں اقلیتی طبقہ سے تعلق رکھنے والے علاقوں کو تعلیمی اعتبار سے بااختیار بنا کر روزگار کے مواقع اور بنیادی سہولتیں فراہم کی جا سکیں اس کے تحت ان علاقوں کو منتخب کیا جا رہا ہے اور وہاں پر اسکول، کالج، پالی ٹیکنک، آئی ٹی آئی، گرلس ہاسٹل، دستکاروں کے لیے مارکیٹ شیڈ، اِسکِل ڈیولپمینٹ سینٹر وغیرہ کی تعمیر کی جا رہی ہے۔

(۱۱) پردھان منتری الپ سنکھیک چھاتروِرتی ۲۰۱۹:
مسلم طبقہ کے طلبہ وطالبات کو تعلیم یافتہ بنانے کے لیے ۱۲/ جون ۲۰۱۹ء کو لاگو کیا گیا اس کے تحت اگلے پانچ سالوں میں ۵/ کروڑ طلبہ وطالبات کو وظیفے دیے جائیں گے جن میں ڈھائی کروڑ طالبات مستفیض ہوں گی۔ یہ پری میٹرک، پوسٹ میٹرک جیسے درجات میں دیے جائیں گے۔

ساتھ ہی مدرسہ کے طلبہ کو جدید تعلیم سے آراستہ کرنے کے لیے برج کورس شروع کیا گیا ہے۔ اب طالبات کو بھی اس کورس کی طرف مائل کیا جائے گا۔

(۱۲) بیگم حضرت محل اسکالرشپ: اس اسکیم کے تحت درجہ ۹/ تا ۱۲/ کی طالبات کو یہ اسکالرشپ فراہم کی جائے گی۔ مجاز طالبات آن لائن درخواست دے سکتی ہیں۔

اس اسکیم کی تفصیلات www.maef.nic.in پر دستیاب ہیں۔

(۱۳) NSP Mobile App: مرکزی حکومت نے ۱۳/ ستمبر ۲۰۱۸ء کو ملک کا پہلا نیشنل اکالرشپ پورٹل (NSP) شروع کیا جس کا مقصد اقلیتی اور کمزور طبقوں سے تعلق رکھنے والے طلبہ کو بلا روکاٹ، قابل رسائی اور پریشانی سے پاک اسکالرشپ نظام کو یقینی بنایا جا سکے۔ ابھی آپ اس ایپ کو ڈاؤن لوڈ کر لیں اور خود فارم بھریں۔

مرکزی حکومت کی طرف سے کیے گئے اقدامات کا مقصد جامع ترقی کو یقینی بنانا ہے ان اقدامات نے اس بات کو بھی یقینی بنایا ہے کہ آج اقلیتوں کو اصل دھارے کی ترقی میں لایا گیا ہے ابھی جن اسکیموں کا تذکرہ ہوا ان اسکیموں نے اقلیتوں کو بااختیار بنانے کو یقینی بنایا ہے۔ وزارت نے اقلیتوں بالخصوص مسلم طبقہ کی فلاح وبہبود کے لیے مختلف اسکیموں کی تیزی سے اور شفافیت کے ساتھ نفاذ پر زور دیا ہے اسی ضمن میں ۱۷/ دسمبر ۲۰۱۸ء کو نئی دہلی میں اقلیتوں کی ترقی کے لیے قومی اور مالیاتی کارپوریشن کی طرف سے مالیاتی بندوبست سے متعلق ایک ورکشاپ کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔

اب سوال اٹھتا ہے کہ مسلمانوں کی ہر میدان میں

پسماندگی کا ذمہ دار کون؟

جتنی بھی سرکاریں آئیں اور گئیں سبھوں نے ملکی مفاد میں نیز اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لیے بہت سے ضابطے مرتب کیے اور اسکیموں کا نفاذ بھی کیا حکومتوں نے تو اسکیمیں بہت سی نافذ کیں اگر صرف انھیں اسکیموں کو دیکھا جائے تو یہ اسکیمیں کسی بھی طبقہ کی فلاح و بہبود کے لیے کافی ہیں۔ لیکن ان سب کے باوجود ہماری تنگ حالی دن بہ دن بڑھتی جارہی ہے سرکاری ملازمتوں میں مسلم اقلیتی طبقہ کی شمولیت 2.5 سے 3.5 فیصد تک ہی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی قابل افسوس مقام ہے کہ ہماری مسلم اکثریت کو مذکورہ اسکیموں کے بارے میں پتہ تک نہیں ہے خود میں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ سے حکومت کی متعدّد اسکیموں سے فائدہ حاصل کرنے کے بارے میں بتایا تو انھوں نے بڑی بے باکی سے جواب دیا کہ ہمیں تو ان اسکیموں کے بارے میں معلوم ہی نہیں۔ اس وقت ہمیں احساس ہوا کہ وہ طلبہ جو ہماری قوم کے مستقبل ہیں جب انھیں ہی حکومتوں کی اسکیموں کے بارے میں پتہ نہیں رہے گا جب انھیں اپنا حق حاصل کرنے کے ذرائع کا ہی پتہ نہیں رہے گا تو قوم کی ترقی چہ معنی دارد؟ جب کہ مسلم طبقہ کی اکثریت میں تعلیمی انحطاط پایا جاتا ہے تو بھلا ان اسکیموں سے کیسے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ چناں چہ اس بدحالی اور پسماندگی کی ذمہ دار حکومتیں نہیں بلکہ خود ہم ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہ کام حکومت کا ہے حکومت ہی کرے ہم کیوں کریں جب کہ سرکار کا کام ہے ہماری مدد کرنا اور فلاح و بہبود کے ضابطے پر عمل کرانا جب کہ ہمارا فرض ہے کہ حکومت کی باتوں پر عمل کرنا اور قدم سے قدم ملا کر چلنا۔

آج دنیا بھر میں بالخصوص ہمارے ملک میں بھی آلودگی بڑھتی جا رہی ہے۔ حکومتیں اس کو کم کرنے کے لیے حتی الامکان کوششیں کر رہی ہیں نیز جگہ جگہ پیڑ پودے لگا رہی ہے۔ ایک درخت کو بڑا ہونے میں چھ سے سات سال لگتا ہے۔ درخت لگانے کی حکومت نے تحریک شروع کر رکھی ہے آپ بتائیں حکومت کی اس تحریک میں کتنے لوگ حصہ لے رہے ہیں جب کہ ملک کا اگر ہر شہری پانچ پانچ درخت لگائے تو چھ ارب سے زیادہ پیڑ صرف ہمارے ملک میں لگ جائیں گے اور اس طرح آلودگی کا خاتمہ بھی ہو جائے گا لیکن ہم سب یہ کہ کر حصہ نہیں لے رہے ہیں کہ یہ کام تو سرکار کا ہے جب کہ یہ کام صرف سرکار کا ہی نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر ہم سب کا ہے، ہمیں اس سوچ کو اس فکر کو بدلنا ہوگا ساتھ ہمیں خود کو بدلنا ہوگا

تو انقلاب کی آمد کا انتظار نہ کر

ہماری سوچ، ہماری فکر اور ہمارے طرز عمل نے ہی ہمیں پسماندہ ہونے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ مسلمانوں کے بارے میں عموماً یہ تصور عام رہا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو زیادہ تر مذہبی تعلیم ہی دلواتے ہیں لیکن سچر کمیٹی نے اس حقیقت کو بھی واشگاف کیا ہے کہ مسلمانوں کے صرف ۴؍ فیصد بچے ہی دینی مدارس میں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ یہ اعداد و شمار صرف عام لوگوں کے لیے ہی نہیں بلکہ خود مسلمانوں کے لیے بھی کسی المیہ سے کم نہیں جب کہ آبادی کے تناسب سے یہ اعداد و شمار کم از کم ۵۰؍ فیصد ہونی چاہیں لیکن افسوس مسلمان دینی تعلیم تو کجا عصری تعلیم میں بھی پسماندگی کے شکار ہیں۔ جب کہ ہر مسلمان کو تعلیم حاصل کرنا فرض ہے لیکن ان سب کے باوجود آج ہماری دینی و عصری تعلیم میں شمولیت نہ کے برابر ہے کیا اس کی بھی ذمہ دار حکومتیں ہیں؟ نہیں! بلکہ اس کے بھی ذمہ دار خود ہمارا مسلم معاشرہ ہے۔ جب کہ تعلیم ترقی کا وہ کلید ہے جس کے بغیر ترقی، امن، انصاف، انسانیت نوازی کے دروازے کبھی وا نہیں ہو سکتے یاد رہے جو قوم جوہر تعلیم سے محروم رہتی ہے وہ نہ تو سر اٹھا کر زندگی گزار سکتی ہے اور نہ زندگی گزارنے کا ہنر جانتی ہے ساتھ ہی صرف تعلیم میں پیچھے رہنے کی وجہ سے اقتصادی، سماجی، سیاسی بحرانوں کا شکار ہو جاتی ہے آج دوسری قومیں ہر حیثیت سے ہم سے بہت مضبوط ہیں تو اس کی صرف اور صرف وجہ ان قوموں میں تعلیم کا رجحان ہونا ہے۔

ہم نے ۷۲؍ سالوں سے خود سے جینا نہیں سیکھا بلکہ دوسروں کے بھروسے جینا سیکھا ہے اگر ہم نے آپس میں مل کر مسلم سماج کی ترقی کے بارے میں کوششیں کی ہوتیں تو آج ہمارا معاشرہ ہندوستان میں سب سے تعلیم یافتہ معاشرہ ہوتا، ہمیں حکومتوں سے امداد لینے کی ضرورت بھی نہ پڑتی اور نہ ہی شکوہ کرنا پڑتا۔

جہاں مسلم طبقہ کی پسماندگی کی ذمہ دار اجتماعی طور پر ہر فرد ہے وہیں اس کے ذمہ دار دانشوران قوم، مفکر قوم، اور سیاستدان قوم بھی ہیں جنھوں نے قوم کی اس روایتی زبوں حالی سے نکالنے کی بھرپور کوششیں نہیں کیں تو وہیں ایک طرف اس کے ذمہ دار ہمارے مذہبی رہنما بھی ہیں

تو ادھر اُدھر کی نہ بات کر یہ بتا کہ قافلہ کیوں لٹا

ہمیں رہزنوں سے گلہ نہیں تری رہبری کا سوال ہے

مسلمانوں کے اندر ایک انقلابی روح پھونکنے کی سب سے اچھی

جگہ مسجد ہے ہفتہ میں ایک دن نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے پورے علاقے کے مسلمان جمع ہوتے ہیں لیکن آپ بتائیں کتنے ایسے امام وخطیب ہیں جو نمازیوں کو تاکید کرتے ہیں کہ وہ اپنے علاقے میں ایک بھی بچے کو تعلیم سے محروم نہ رہنے دیں، بہت سے مسائل ایسے ہوتے ہیں جو ہمارے سامنے موجود ہوتے ہیں لیکن ان کی سنگینی کا احساس ہمیں نہیں ہو پاتا۔ بھارتی مسلمانوں کی تعلیمی میدان میں بے حد خراب صورت حال انھیں میں سے ایک ہے۔ سنگینی کا احساس نہ ہونے کی بات اس لیے میں نے کہی کہ اگر مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی کا ہمیں واقعی خیال ہوتا یا یوں کہوں کہ ہم نے تعلیمی بدحالی کو واقعی کوئی مسئلہ مانا ہوتا تو شاید آج کوئی خطبہ جمعہ ایسا نہ چھوٹتا جہاں پر ہفتہ لوگوں کو تعلیم کی طرف توجہ دینے کی تاکید نہ کی جاتی لیکن المیہ وہی ہے۔

نیند جب خوابوں سے پیاری ہو تو ایسے عہد میں
خواب دیکھے کون اور خوابوں کو دے تعبیر کون

اب یہ وقت نہیں رہا کہ ہم کہیں کہ ہمارے آبا واجداد تعلیم کے میدان میں انتہائی عظیم تھے ہمارا ماضی بہت پرکشش رہا ہے۔ یہ یاد رہے کہ زمانہ کبھی یہ نہیں دیکھتا ہے کہ آپ ماضی میں کیا تھے بلکہ زمانہ ہمیشہ یہ دیکھتا ہے کہ دور حاضر میں کیا ہو۔

ہم اپنی پسماندگی، بدحالی، تنگ حالی اور زبوں حالی کو خود بھی دور کر سکتے ہیں اس کے لیے اجتماعی طور پر ہر فرد کو اپنی ذمہ داری خود انجام دینی ہوگی ہم ۷۳ سالوں سے غفلت کی نیند سوتے رہے اب وقت ہے بیدار ہونے کا ابھی بھی وقت ہے ہم اپنے کو تبدیل کرلیں ورنہ کف افسوس ملنے کے علاوہ کچھ نہیں بچے گا بقول گاندھی جی:

اٹھ جاگ مسافر بھور بھئی اب نین کہاں جو سووَت ہے
جو جاگت ہے اُو پاوت ہے جو سووت ہے اُو کھووَت ہے

واقعی جو بیدار ہوکر جستجو کرے گا وہی اپنے حق کو حاصل کرے گا۔ سابق صدر جمہوریہ اے پی جے عبدالکلام اپنے خطاب میں بارہا کہا کرتے تھے کہ نوجوانو! خواب وہ نہیں ہے جو تمھیں سونے دے بلکہ خواب تو وہ ہے جو تمھیں نہ سونے دے۔

اب ہمیں اپنی کشتی اپنے ہاتھوں سے بنانی ہوگی۔ ہمیں ایسی کشتی بنانی ہوگی جو بھنور اور طوفانوں سے مقابلہ کرتے ہوئے آگے بڑھے اور اسے آسانی کے ساتھ ساحل پر لنگر انداز کرنا ہوگا۔ ہمارے زوال پذیر اور مصائب کی اصل وجہ تعلیم سے بے رغبتی ہے۔ جب ہم تعلیم میں آگے ہو جائیں گے تو ہم اپنے حقوق کو خود بہ خود حاصل کرلیں گے اور پھر ہم یہ شکوہ بھی نہیں کریں گے کہ ہماری پسماندگی کی اصل ذمہ دار حکومت ہے اگر حکومت ہماری ترقی کے لیے ایک قدم ہماری طرف آگے بڑھاتی ہے تو ہمیں ترقی کے منازل طے کرنے کے لیے چار قدم حکومت کی طرف بڑھانے ہوں گے اور یہ بھی ہوگا جب ہم تعلیم میں رغبت رکھیں گے تو آئیے! اپنے معاشرہ اور سماج میں تعلیمی انقلاب برپا کرنے کے لیے آپس میں مل جل کر ایک عظیم کوشش کرتے ہوئے ایک لائحہ عمل تیار کرتے ہیں اور اسی پر عمل پیرا ہوتے ہیں جس کے چند نکات مندرجہ ذیل ہیں:

پسماندگی کو دور کرنے کا لائحہ عمل کیا ہو؟

(۱) مسلمانان ہند علم وتحقیق کے میدان میں بہت پیچھے ہیں عالمی سطح پر بھی ان کا شمار پسماندہ قوم میں ہورہا ہے جہاں اس پسماندگی کے دیگر اسباب ہیں تو اس میں ایک سبب یہ بھی ہے کہ مسلم طلبہ احساس کمتری کے شکار ہو چکے ہیں اس لیے اعلیٰ مقابلہ جاتی امتحان میں قدم رکھنے سے گھبراتے ہیں اس کم ہمتی اور احساس کمتری کے اسباب کچھ بھی ہوں لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس نے مسلم طلبہ کو راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اس ملک میں جہاں مسلمانوں نے بہت سے فلاحی ادارے قائم کیے ہیں ضرورت ہے کہ ہر شہر اور ہر صوبے میں منظم طریقے پر اس طرح کے ادارے قائم کیے جائیں جو ان طلبہ کی ہر طرح اخلاقی مدد کر سکیں ان کو تعلیمی مشورے دے سکیں جس کے ذریعے ان کے عزم وحوصلے جوان ہوں اور وہ ہر طرح کے اعلیٰ مقابلہ جاتی امتحانات میں شریک ہوں اور وہ قوم کی رہنمائی کر سکیں۔ اس سلسلہ میں بعض کوتاہیاں طلبہ کی جانب سے بھی پائی جاتی ہیں، بعض طلبہ اپنی معاشی صورت حال کو مد نظر رکھ کر بہت جلد اپنا تعلیمی سفر منقطع کر دیتے ہیں اور اپنی معیشت کو مستحکم کرنے میں لگ جاتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ ایسے طلبہ کو بھی حوصلہ اور مالی تعاون دیا جائے۔ نیز محنت ومجاہدہ کرکے بھی آپ تعلیم جاری رکھ سکتے ہیں۔

(۲) تعلیمی پسماندگی کے خاتمے کے لیے ہر طرف سے کوششیں جاری ہیں اور تعلیمی بیداری مہم کی وجہ سے طلبہ متوجہ ہو رہے ہیں لیکن غربت وافلاس نے ایسی چادر تان لی ہے کہ اکثر مسلم طلبا اعلیٰ تعلیمی اخراجات برداشت کرنے سے قاصر ہیں۔ ایسی صورت حال میں حکومت کی ذمہ داری ہے کہ اعلیٰ تعلیم کے لیے Donation کو ختم کرے

یا اس میں تخفیف کرے اور ملی تنظیموں و رفاہی اداروں کا فرض ہے کہ وہ مسلم طلبہ کی تعلیم پر توجہ دیں اور اپنے بجٹ کا خطیر حصہ ان کی تعلیم کے لیے صرف کریں اور ان طلبا کی جو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کے Donation کے ساتھ دیگر تمام ضروریات کی کفالت کریں۔

(۳) وقف بورڈ کے ذمہ داروں کو بھی اس جانب توجہ دینی چاہیے، مسلمانوں کی جائدادیں اور اوقافیں اس کی زیادہ مستحق ہیں کہ اس کے سالانہ آمدنی کا کچھ حصہ مسلم طبقہ کی تعلیمی پسماندگی کو دور کرنے میں خرچ کیا جائے اگر اوقاف کا تھوڑا حصہ بھی اس مہم میں خرچ کیا گیا تو مسلم سماج میں تعلیم کا منظر نامہ بدل سکتا ہے۔

(۴) مسلم طلبہ میں تعلیم کو عام کرنے اور تعلیم یافتہ معاشرہ کی تشکیل میں ایک آسان اور ممکنہ فارمولہ یہ بھی ہے کہ ہمارے سرمایہ دار حضرات انفرادی طور پر غریب و نادار بچوں کی تعلیم پر توجہ دیں اور ہر شخص اپنی استطاعت کے مطابق اپنی بستی اور گلی سے ایک یا دو بچے کی تعلیمی ذمہ قبول کرکے ان کے تمام اخراجات برداشت کریں۔ عجب نہیں کہ چند سالوں میں ملک کا تعلیمی نقشہ تبدیل ہو جائے۔

(۵) تعلیم یافتہ معاشرہ تشکیل دینے میں سب سے مؤثر کردار والدین کا ہے تعلیم کے حوالے سے ان پر دو ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔
اول: یہ کہ شروع ہی سے بچوں کی تعلیم و تربیت پر نظر ہو اور اپنی اوقات کا ایک حصہ بچوں کی نگرانی اور تعلیمی امور کی دیکھ بھال کے لیے مختص ہو تاکہ بچے والدین کی نگرانی میں اپنی ذمہ داری کو پوری کر سکیں۔
دوسرے یہ کہ والدین کی اولین ترجیح اور پہلی ضرورت بچوں کی تعلیم ہی ہو تعلیم کے حوالے سے ان کا شعور اس قدر بیدار ہو کہ وہ ہر مشکل اور پریشانی کو برداشت کرکے بچوں کو تعلیم دلانے کی فکر کریں۔

(۶) ہمارے مذہبی رہنماؤں کی ذمہ داری ہے کہ وہ جگہ جگہ تعلیمی بیداری کے لیے تحریک چلائیں۔ تعلیم کی افادیت و تعلیم کی اہمیت سے لوگوں کو روشناس کرائیں۔ جمعہ میں تقریر کرتے وقت تعلیم کی طرف رغبت دلانے کی اپیل کریں۔ اور انھیں نور علم کی اہمیت و افادیت کے بارے میں بتائیں، کوشش کریں کہ ہر جمعہ میں تعلیمی بیداری سے متعلق تقریریں کی جائیں۔

(۷) جلسے جلوسوں کو کم کرکے جگہ جگہ تعلیمی بیداری کانفرنس کا انعقاد کیا جائے۔

(۸) آپسی انتشار اور فروعی اختلاف کو ختم کرکے ملک و ملت کی رہبری کے بارے میں سوچیں اور دیہاتوں، قصبوں، شہروں میں تعلیمی محافل کا انعقاد کیا جائے اور تعلیم کے فروغ میں قوم کو روشناس کیا جائے۔ ان کے اندر تعلیمی انقلاب کی روح پھونکنے کی حتی الامکان کوششیں کی جائیں۔

(۹) یاد کیجیے جب غزوۂ بدر میں مسلمانوں نے ۷۰؍ جنگجوؤں کو قیدی بنایا تھا اور اس وقت خود مسلمان سخت معاشی مشکلات سے دو چار تھے آپ ﷺ فدیہ کے طور پر اہل مکہ سے زیادہ سے زیادہ مال وصول کر کے مدینہ کی معیشت کو سہارا دے سکتے تھے لیکن آپ ﷺ نے اسیران بدر کا پہلا فدیہ یہ مقرر کیا کہ جو پڑھنا لکھنا جانتے ہوں وہ دس مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔

آپ ﷺ نے اپنے اس طرز عمل سے امت کو تعلیم کی اہمیت کی زریں تعلیم دی ہے کہ خواہ ہمیں بھوکا رہنا پڑے، فاقوں کی تکلیف برداشت کرنی پڑے، ہماری معیشت کمزور سے کمزور تر ہو جائے لیکن ہم ہر نازک سے نازک صورت حال میں اپنے بچوں کو تعلیم دیں اور تعلیم کو ہر ضرورت پر مقدم کریں۔ اسی لیے برکاتی نعرہ ہے "آدھی روٹی کھائیں گے بچوں کو پڑھائیں گے۔"

یہ چند گزارشات ہیں اگر ان کو بروئے کار لایا گیا تو مسلم قوم کی تعلیم میں حیرت انگیز تبدیلی پیدا ہوگی اور ان شاء اللہ تعالیٰ جہالت و تاریکی کے مہیب اندھیرے علم و تحقیق کی روشنی میں منور ہوں گے۔ بس ضرورت ہے کہ تبصروں سے گریز کرتے ہوئے عملی اقدامات کیے جائیں اور جو شخص خیر خواہانہ جذبے سے مسلم سماج کے لیے جو کر سکتا ہو وہ کر گزرے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بہتر سے بہتر اور مفید سے مفید تر نتائج سامنے آئیں گے۔

ساتھ ہی ہماری حکومت سے درخواست ہے کہ سچر کمیٹی، رنگناتھ مشرا کمیٹی اور افضل امام اللہ کمیٹی کی سفارشات کو سنجیدگی سے لے کر انھیں مکمل طور پر نافذ کرے جس سے قوم کی شکایتیں دور ہوں، ان کے تحفظ کا بندوبست ہو، ان پر ہو رہے حملوں کو روکنے کے لیے سخت ترین قانون کا نفاذ کیا جائے، خاطیوں کو کسی قسم کی چھوٹ نہ دی جائے۔ تاکہ حکومت پر اعتبار بھی ہو کیوں کہ وزیر اعظم کا نعرہ ہے "سب کا ساتھ، سب کا وکاس اور سب کا وشواس"۔ ہمیں امید ہے کہ اس عظیم نعرہ پر مرکزی حکومت قائم رہتے ہوئے سب کا اعتبار جیت لے گی۔

☆☆☆

ماب لنچنگ کے خلاف ملک اور بیرون ملک احتجاجات-ایک جائزہ

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکروبصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم اربابِ قلم اور علماے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔ از: مبارک حسین مصباحی

اکتوبر۲۰۱۹ء کا عنوان — دینی جلسوں کا معیار، ایک تعمیری جائزہ

نومبر۲۰۱۹ء کا عنوان — دنیا کی صلاح وفلاح میں صوفیاے کرام کا کردار

ماب لنچنگ کے خلاف راجستھان اور ایم پی میں قوانین منظور، یوپی میں رپورٹ پیش

از: **صابر رضا رہبر مصباحی**، سب ایڈیٹر روز نامہ انقلاب پٹنہ

ہجومی تشدد ایک اجتماعی دہشت گردی ہے جسے ماب لنچنگ قرار دے کر ایک سنگین جرم کو ہلکا کرنے کی کوشش کی گئی۔ ہندستان میں ماب لنچنگ کی واردات کا سلسلہ ۲۰۱۴ء سے مودی حکومت کے برسراقتدار آنے کے بعد منظم سازش کے تحت شروع ہوا جو آج تک جاری ہے۔ حکومت اور انتظامیہ کی پشت پناہی اور شدت پسند عوامی نمائندگان کی حوصلہ افزائی کے سبب ہجومی تشدد کی جڑیں گہری ہوگئیں یہاں تک کہ بسوں، ٹرینوں اور طیاروں میں باریش مسلمانوں کا چلنا دشوار ہو گیا۔ دہلی میٹروٹرین میں مدارس کے طلبا پر تشدد کے متعدّد ویڈیو سامنے اور دہلی عید کی خریداری کرنے پہنچے جنید کو ٹرین سے پھینک دیا گیا جس سے ان کی دردناک موت ہوگئی۔ ماب لنچنگ کی واردات کو پہلے پہل گئو رکشک گئوتسکری (گائے کی اسمگلنگ) کا الزام لگا کر انجام دینے لگے بعد میں اوپر کی پشت پناہی سے حوصلہ پاکر چوری ودیگر بہانے سے مسلمانوں کو نشانہ بنایا جانے گا۔ مدھیہ پردیش، جھارکھنڈ، راجستھان بہار اور ہریانہ جیسی ریاستوں میں ماب لنچنگ کی واردات کثرت سے سامنے آئیں مگر اس سنگین جرم اور اجتماعی دہشت گردی پر حکومت وانتظامیہ نے ایکشن لینے کے بجائے کئی معاملوں میں الٹے متاثرین کے خلاف چارج شیٹ دائر کردیا، پہلوخان کا معاملہ اس کی تازہ مثال ہے اور کہیں عوامی مظاہروں، سول سوسائٹی اور میڈیا کے دباؤ کی وجہ سے مجرموں کے خلاف چارج شیٹ بھی دائر ہوئی تو وہ بھی انتہائی ہلکی تا کہ وہ آسانی سے رہا ہو سکے۔ مجروں کی حمایت میں پولیس، انتظامیہ، عوامی نمائندگان اور ڈاکٹر سب کے سب ایک صف میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ جھارکھنڈ کے تبریز انصاری کو اگر پولیس بروقت اسپتال لے جاتی اور ڈاکٹر سنجیدگی سے اس کا علاج کرتے تو شاید تبریز آج زندہ ہوتا۔ رونا تو اس وقت آیا جبکہ پوسٹ مارٹم رپورٹ میں یہ لکھا گیا کہ اسے کوئی اندرونی چوٹ نہیں تھی اور چوٹ کی وجہ سے اس کی موت نہیں ہوئی ہے۔ جھارکھنڈ میں ہی علیم الدین کی ماب لنچنگ کے مجرم کی ضمانت کے بعد خود مرکزی وزیر مملکت اس کا استقبال کرنے اور پھولوں کا ہار پہنانے پہنچ گئے۔ ماب لنچنگ کی واردات پہلے بھی ہوتی تھی مگر تب لوگوں میں انسانیت زندہ تھی اور بھیڑ میں سے کوئی یہ کہ کر حملہ آوروں کو روک لیتا تھا کہ چھوڑ دو اب بہت ہو گیا، یہ مرجائے گا لیکن آج کا انسان پتھروں کا ہو گیا ہے، ملزموں کی چیخ وپکار اور تڑپ سے اس کا کلیجہ نہیں پسیجتا ہے بلکہ وہ آخری وقت تک اس کے مرجانے کا اطمینان حاصل کر لینا چاہتا ہے اس لیے اس کی سانس جاری رہنے تک اس پر تشدد کا سلسلہ برقرار رکھتا ہے۔

جہاں تک بات ماب لنچنگ کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے اور اس کے اثرات کی ہے تو اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ احتجاج ومظاہرہ اپنا اثر دیر سویر دکھاتا ہے۔ جمہوری نظام میں عوام کو

احتجاج و مظاہرہ کی اجازت ایک نعمت غیر مترقبہ ہے جس کے ذریعہ بڑے بڑے ظالموں کے پنجے موڑ دیے گئے۔ ہندستان میں ایمرجنسی کا نفاذ کرنے والی اندرا گاندھی کی حکومت کا تختہ اسی احتجاج و مظاہرہ کے ذریعہ پلٹ دیا گیا، شاہ بانو اور نسبندی کے تعلق سے مرکزی حکومت کو اپنا فیصلہ تبدیل کرنا پڑا۔ حکومتی فیصلے یا ظلم و تشدد کے خلاف انصاف کے لیے احتجاج و مظاہرہ دراصل آپ کی افرادی قوت کا امتحان ہوتا ہے اگر اس میں کامیاب ہو گئے تو اس کا فوری اثر سامنے آئے گا۔ ۲۰۱۲ء میں دہلی کے رام لیلا میدان میں انا ہزارے نے اپنے مطالبات کی حمایت میں مظاہرہ کیا جس کا فوری اثر ملکی سطح پر ہوا اور کانگریس کی مرکزی حکومت کے خلاف عوام میں ایک ایسا پیغام گیا جس نے مودی حکومت کی راہ آسان کر دی جبکہ انفرادی طور پر سپا کے خلاف مسلسل ۱۳/ برسوں تک بھوک ہڑتال کرنے والی ارم شرمیلا کی جدو جہد کوئی رنگ نہیں لائی اور الیکشن میں اسے صرف ۹۵/ ووٹ ملے۔ اس لیے احتجاج و مظاہرہ کے اثرات بھی تبھی نظر آتے ہیں جب آپ کے پاس افرادی قوت موجود ہو یا پھر آپ کا مطالبہ عوامی ہو جائے لیکن ماب لنچنگ میں ایسا کچھ نہیں تھا نہ اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے والے کے پاس افرادی قوت تھی اور نہ ہی یہ عوامی مطالبہ تھا کیوں کہ ملک کا اکثریتی طبقہ اور حکومتی محاذ اسے جرم کے زمرے میں رکھنے کے لیے بھی تیار نہیں تھا پھر اس کے خلاف سول سوسائٹی اور دانشوروں نے مختلف طریقے سے آواز بلند کرتے رہے۔ دانشوروں نے حکومت سے ملے ایوارڈ واعزاز واپس کیے، کئی سماجی تنظیموں کے ارکان مظلوموں کے ساتھ سڑکوں پر اترے اور جنتر منتر پر احتجاج و مظاہرہ کیا۔ میانمار میں مسلمانوں کے قتل عام اور طلاق ثلاثہ بل کے خلاف مسلمانوں نے جس قوت واجتماعیت کا مظاہرہ کیا ماب لنچنگ کے تعلق سے ان کی آواز اس قدر بلند نہیں ہوئی شاید یہی وجہ ہے کہ سپریم کورٹ اور مرکزی حکومت کی واضح ہدایات کے باوجود ریاستوں نے ماب لنچنگ کے خلاف قانون سازی میں دلچسپی نہیں دکھائی۔ ماب لنچنگ کے بڑھتے واقعات کی گونج ملکی اور بین الاقوامی سطح پر سنی گئی اور ہندستان کی بڑی کرکری ہوئی جس کے بعد اس کے خلاف قانون سازی کے تعلق سے حرکت شروع ہوئی۔ ۲۰۱۸ء میں بھیڑ کے ذریعے لوگوں کو پیٹ پیٹ کر مار دیے جانے کے معاملوں پر لگام لگانے کے لیے ایک نیا قانون بنانے کے امکانات پر غور و فکر کرنے کے لیے تشکیل دی گئی سینئر نوکر شاہوں کی ایک کمیٹی نے وزیر داخلہ راجناتھ سنگھ کی صدارت والے وزیروں کے ایک گروپ کو رپورٹ سونپ دی۔ ہوم سکریٹری راجیو گابا کی صدارت والی سکریٹریوں کی کمیٹی نے وزیروں کے گروپ کو اپنی رپورٹ سونپنے سے پہلے سماج کے مختلف طبقوں اور اسٹیک ہولڈرس سے صلاح مشورہ کیا۔ وزیروں کے اس گروپ آخری فیصلے کے لیے اب وزیر اعظم نریندر مودی کو اپنی سفارشات بھیجنے کی بات کہی گئی تھی مگر اب تک سکریٹریوں کی کمیٹی کے صلاح و مشورے کے آخری نتیجے کے بارے میں ابھی پتہ نہیں چل سکا ہے لیکن مانا جا رہا ہے کہ انہوں نے پارلیامنٹری منظوری کے ذریعے آئی پی سی اور سی آر پی سی میں اہتماموں کا اضافہ کر کے قانون کو سخت بنانے کے مشورے دیے ہیں۔

کمیٹی کی رپورٹ پر جن وزیروں کے اس گروپ کے ذریعے غور و فکر کیا جانا تھا ان میں آنجہانی سشما سوراج، نتن گڈکری، روی شنکر پرساد اور تھاور چند گہلوت ممبر کے طور پر شامل تھے اور اس وقت کے وزیر داخلہ راجناتھ سنگھ اس گروپ کے سربراہ تھے اور اب اس کے سربراہ امت شاہ ہیں۔

دیر سویر سہی راجستھان قانون ساز اسمبلی نے موب لِنچنگ کے خلاف قانون پاس کر دیا ہے، اس قانون کے مطابق اگر دو لوگ بھی مِل کر کسی کو مارتے ہیں تو اسے بھی 'موب لِنچنگ' ہی مانا جائے گا۔ اِس قانون میں "ماب لِنچنگ" کو غیر ضمانتی جرم قرار دیا گیا ہے۔ ماب لِنچنگ میں آدمی کے مر جانے پر مارنے والوں کو عمر قید اور ایک لاکھ سے پانچ لاکھ روپے جرمانے کی سزا دی جائے گی جبکہ شدید زخمی ہونے پر ۱۰/ سال کی قید اور ۵۰/ ہزار سے ۳/ لاکھ تک جرمانہ کی سزا ہو گئی اور زخمی ہونے پر ۷/ سال کی قید اور ایک لاکھ تک جرمانے کی سزا مقرر کی گئی ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ لِنچنگ میں کسی بھی طرح مدد کرنے والوں کو بھی وہی سزا دی جائے گی جو موب لِنچنگ کرنے والوں کے لیے طے کی گئی ہے، ایسا نہیں کہ راجستھان میں یہ قانون آسانی سے پاس ہو گیا. بی جے پی کے بہت سے ممبران اسمبلی نے اس کی مخالفت میں زبردست ہنگامہ کیا اور اتنی شدید مخالفت کی کہ تین بار ووٹوں کی تقسیم کے حالات بن گئے لیکن بہر حال اشوک گہلوت کی حکومت یہ بِل پاس کرانے میں کامیاب ہو گئی۔ اس اہم قانون کی ایسی شدید مخالفت بتاتی ہے کہ ہمارے حکمراں اور قانون ساز طبقوں میں ایسے افراد کی ایک بڑی تعداد ہے جو یہ نہیں چاہتے کہ موب لِنچنگ جیسی لعنت کا خاتمہ ہو، وہ اس منحوس سلسلے کو جاری رکھنا

چاہتے ہیں ایسے لوگ ہندوستان کے لیے خود بہت بڑا خطرہ ہیں اور ان کا دستوری اداروں پر قابض ہونا نہایت تشویش ناک ہے۔ دوسری جانب مدھیہ پردیش میں بھی حکومت نے گائے کے نام پر ہونے والے تشدد پر روک لگانے کے لئے گئوکشی ممنوعہ قانون ۲۰۰۴ (Gauvansh Vadh Pratishedh Adhiniyam) میں ترمیم کو منظوری دے دی ہے۔ انڈین ایکسپریس کی رپورٹ کے مطابق اس ایکٹ کے تحت اگر کوئی شخص تشدد کے معاملے میں گرفتار کیا جاتا ہے تو اس کو ۶ مہینے سے لے کر تین سال کی سزا کا اہتمام ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس پر ۲۵۰۰۰ سے ۵۰۰۰۰ روپے تک جرمانہ بھی لگایا جائے گا۔

اتر پردیش میں بھی ہجومی تشدد کے خلاف قانون سازی کے لئے یوپی اسٹیٹ لاء کمیشن کے چیئرمین جسٹس (مستعفی) اے این متّل نے ایک ۱۲۸ صفحاتی مسودہ ریاست کے وزیر اعلیٰ یوگی آدتیہ ناتھ کو سونپ دیا ہے۔ ماب لنچنگ بل ۲۰۱۹ میں تین باتوں پر زور دیا گیا ہے۔

ماب لنچنگ میں شدید زخمی ہونے پر مجرموں کو دس برس کی سزائے قید اور موت پر سزائے عمر قید۔

ہجومی تشدد کے قصورواروں، منصوبہ سازوں اور اس فتیح عمل کے لئے اکسانے والوں پر سخت ترین جرمانے۔

اور فرائض سے کوتاہی برتنے والے پولس افسران اور ضلع انتظامیہ کے اہلکاران کے خلاف مجرمانہ کارروائی۔

آخری بات یہ کہ مسلمانوں کو حق تلفی اور ظلم و تشدد کے خلاف آواز اٹھانے میں پیش رفت کرتے رہنا چاہئے اور اسے ایک منظم شکل دینے کے لیے برادران وطن کو بھی اپنے ساتھ لانے کی کوشش ہونی چاہئے۔ ملک کے تمام ہندو کمیونل نہیں ہیں بلکہ ان میں بھی بہت سے انصاف پسند ہیں اور پھر ماب لنچنگ میں صرف مسلمان ہی نہیں مارے گئے بلکہ ماب لنچنگ کے شکار ہونے والوں میں بڑی تعداد دلتوں کی بھی ہے جبکہ بہار میں کئی سکھوں کو بھی ماب لنچنگ کا نشانہ بنایا گیا ہے۔

ہجومی تشدد اور ملک میں ہونے والے احتجاجات

از: **مولانا عابد چشتی**، استاذ جامعہ صمدیہ، پھپھوند شریف

ہندوستان میں مسلمانوں کا وجود کچھ متشدد اور تعصب و منافرت کا گورکھ دھندا کرنے والی تنظیموں کے یہاں نہ صرف موضوع بحث رہا ہے بلکہ ان کی آنکھوں میں شہتیر بن کر کھٹکتا رہا ہے، جس میں آر ایس ایس اور اس کی ذیلی تنظیمیں سر فہرست ہیں۔ پنڈت دیانند سرسوتی، سوامی شردھانند اور ویر ساورکر جیسے سخت گیر ہندوؤں کے نظریات کو لے کر اٹھنے والی مذکورہ تنظیمیں روز اول ہی سے مسلمانوں کے خلاف متحدہ محاذ قائم کرنے کے لیے جی جان سے لگی ہوئی ہیں، ان کا مقصد مسلمانوں اور اسلام کے تئیں اکثریتی طبقے میں نفرت کے جذبات پیدا کرنا، ہندوستان کو ہندو راشٹر بنا کر اقلیت کو دوئم درجے کا شہری بنانا اور خوف و ہراس کا ماحول بنا کر انہیں ترقی کے دھارے سے کاٹنا ہے، جس کے لیے وہ کئی دہائی سے انتھک محنت کر رہے ہیں اور اب بی جے پی کے برسر اقتدار آنے کے بعد ان کے حوصلوں کو نئی تقویت ملی ہے جس کے مظاہر ہم آئے دن ملک کے مختلف حصوں میں دیکھ رہے ہیں۔ بھارتیہ جنتا پارٹی کو آر ایس ایس کی سیاسی شکل کہا جاتا ہے جو اسی کے انتہا پسند نظریات کی بیساکھیوں کے سہارے اقتدار کی کرسی تک پہنچی ہے یہی وجہ ہے کہ اب پارٹی کے درپردہ شہ دینے سے تشدد پسند تنظیمیں ملک میں اقلیت، خاص طور سے مسلم طبقہ کے خلاف نفرت کا زہر گھولنے اور ان کے اندر عدم اعتماد اور خوف پیدا کرنے میں لگی ہوئی ہیں، ملک میں ہجومی تشدد کے بڑھتے واقعات در اصل اسی فکر اور سوچ کے عملی مظاہر ہیں۔

اخلاق، پہلو خان، تبریز انصاری، حافظ جنید، قاری اویس ایک لمبی فہرست ان بے گناہوں کی ہے جنہیں اپنے مسلمان ہونے کی قیمت یہ چکانی پڑی کہ شرپسندوں کے ذریعہ دن کے اجالے میں سر عام پیٹ پیٹ کر انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور انسانیت شرم سے سر جھکائے اپنی بے بسی پر آنسو بہاتی رہی۔ ہجومی تشدد کے یہ واقعات کسی اتفاق کا نتیجہ نہیں ہیں، اس لیے کہ مجرم صرف مجرم ہوتا ہے اس کا تعلق چاہے جس مذہب اور طبقہ سے ہو، مگر حالیہ معاملات میں جس طرح مسلم نوجواں کو ٹارگیٹ کیا گیا اور زبردستی ان سے مذہب مخالف نعرے لگوائے گئے اور ”رام“ کی جے بولنے پر مجبور کیا گیا، یہ رویہ ملک میں پھیلائی جا رہی نفرت اور مسلمانوں کے تئیں پنپنے والی زہریلی فکر کا

شاخسانہ ہے جسے ”اتفاق“ کا لبادہ اڑھانے کی کوشش کی جارہی ہے۔
اس پورے معاملے میں حکومت اور ارباب اقتدار کی نیت اور رویہ دونوں بالکل واضح ہے جسے ہر غیر جانب دار شخص بخوبی سمجھ رہا ہے۔ حکومت، نہ صرف یہ کہ ہجومی تشدد کی بڑھتی واردات کی روک تھام کے لیے کوئی ٹھوس قدم نہیں اٹھانا چاہتی ہے بلکہ وہ ان معاملات کو لے کر مجرمانہ چشم پوشی سے کام لے رہی ہے۔ سینکڑوں لوگ اپنی قیمتی جانیں گنوا چکے ہیں اور اب ہجومی تشدد کا یہ عفریت پتہ نہیں اور کتنے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارے گا، مگر حکومت کی طرف سے یہ کہ کر تسلی کا جھنجھنہ پکڑا دیا جاتا ہے کہ :
”ہم مذکورہ واردات کی مذمت کرتے ہیں، ایسا نہیں ہونا چاہیے، قانون کو ہاتھ میں لینا غلط ہے، جو خاطی ہیں انہیں ضرور سزا دی جائے گی ،واقعہ کو سیاسی رنگ دینے کی کوشش نہ کی جائے۔“
اس رویہ سے شرپسندوں کے حوصلے اس قدر بڑھے ہوئے ہیں کہ وہ جب چاہیں کسی پر بھی جھوٹا الزام لگا کر اسے بری طرح زدو کوب کر کے مار ڈالتے ہیں اور دیدہ دلیری یہ کہ اس کا ویڈیو بنا کر بھی نشر کر دیتے ہیں جس میں مجرموں کو صاف دیکھا جاسکتا ہے، مگر حکومت نے جو تعصب اور جانب داری کا عینک اپنی آنکھوں پر لگا رکھا ہے اس سے مجرموں کی شناخت بہت مشکل سے ہو پاتی ہے۔
ہجومی تشدد کے ذریعہ جس طرح مسلمانوں کو ہراساں کرنے اور ذہنی طور پر انہیں ماؤف کرنے کی سوچی سمجھی سازش کے تحت جو کوشش کی جارہی ہے اس کے خلاف ضروری تھا کہ جمہوری طریقوں پر آواز بلند کی جائے اور حکومت سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ جلد سے جلد ہجومی تشدد کے خلاف سخت قدم اٹھائے۔ تبریز انصاری کے بہیمانہ قتل کے بعد ملک کے مختلف گوشوں سے مسلمانوں نے پرامن احتجاجات اور مظاہروں کے ذریعہ اپنی آواز ایوان حکومت تک پہنچانے کی کوشش کی ہے، یہ اور بات ہے کہ وقتی مظاہرے اور احتجاجات کس قدر نتیجہ خیز ثابت ہوتے ہیں اس پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے۔ مگر ان کے اثرات سے یکسر انکار بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔ دہلی، ممبئی، جھارکھنڈ، دیوبند، راجستھان، بیدر میں زبردست انداز میں احتجاج کیے گئے، ہجومی تشدد کے خلاف احتجاج نہ صرف ہندوستان بلکہ ہندوستان کے باہر دیگر ممالک میں رہنے والے سلجھے دماغ کے ہندوستانیوں نے بھی اپنے اپنے انداز میں کیے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ موجودہ حالات اور حکومت کی گندی سیاست، جو درپردہ ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب اور تکثیری سماج میں وحدت کی رنگا رنگی کو کھوکھلا کر کے اسے ختم کر دینا چاہتی ہے، سیاست کے اس رخ سے پورا ہندوستان تکلیف محسوس کر رہا ہے۔
یہاں پہنچ کر میں ایک بات پوری معذرت کے ساتھ عرض کرنا چاہوں گا کہ بزم دانش میں ”ہجومی تشدد کے خلاف ہونے والے احتجاجات“ کے موضوع پر لکھنے کی دعوت دی گئی ہے، اس کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے، مگر اصحاب جبہ و دستار معاف کریں تو مجھے لگتا ہے کہ اس وقت ہماری ”بے باک صحافت“ کو ”ہجومی تشدد کے بڑھتے واقعات اور خاموش قیادتیں“ اس موضوع پر آزادی کے ساتھ لکھنے اور بولنے کی ضرورت ہے، مگر ہمارے قلموں میں پڑی عقیدت کی سیاہی اس موضوع کا نام سنتے ہی خشک سی ہو جاتی ہے، ایسے میں مذہبی صحافت کی پیشانی پر ”بے باک ترجمان“ کا لیبل بے معنی سا محسوس ہوتا ہے۔
بھارتیہ جنتا پارٹی کے دوبارہ اقتدار میں آنے کے بعد مسلمانوں کے خلاف جس طرح نفرت کا اظہار کیا گیا، مسجدوں کو نشانہ بنایا گیا، ائمہ مساجد کے ساتھ بدتمیزیاں ہوئیں، نوجوانوں کو ٹارگیٹ کیا گیا، مدارس کے خلاف سازشیں ہوئیں، طلبہ کو سفر میں ٹارچر کیا گیا، کیا ان سب حالات کو دیکھ کر ضروری نہیں تھا کہ ہماری خانقاہیں آپسی گلے شکوے مٹا کر متحدہ آواز بلند کرتیں اور امت مسلمہ کے تحفظ کی خاطر مضبوط لائحہ عمل تیار کرتیں ؟؟؟۔ مگر افسوس کہ ہندوستان کا مسلمان بے چین ہے، حالات کی سنگینی سے گھبرایا ہوا ہے اور امت کے قائدین اور خانقاہوں میں اسلاف کی گدیوں پر بیٹھے مشائخ باہر نکل کر رسم شبیری ادا کرنے کے بجائے خود حالات کا رونا رو رہے ہیں، جس نے امت مسلمہ کے اندر مزید مایوسی پیدا کر کے رکھ دی ہے۔
سوشل میڈیا پر ایک سے زائد تحریریں اس کا ثبوت ہیں کہ امت مسلمہ اپنے قائدین اور خانقاہوں کے موجودہ رویہ سے ناخوش ہی نہیں بلکہ ان کے اندر غصہ بھی ہے۔ ایک صاحب نے تو برافروختہ ہو کر یہاں تک لکھ دیا کہ:
پیر صاحبان! ہمارے تحفظ کی خاطر خانقاہوں سے باہر آئیے، ہم خوف زدہ ہیں کچھ کیجیے، اس لیے کہ گر ہم لٹتے ہیں اور برباد ہوتے ہیں تو آپ اور آپ کے شہزادگان سب بے روزگار ہو جائیں گے، کیوں کہ آپ کی عقیدت کی دوکانیں ہمیں سے چل رہی ہیں“

اس طرح کی غیر سنجیدہ تحریروں سے اتفاق اور عدم اتفاق ایک الگ مسئلہ ہے مگر ان تحریروں کے بین السطور سے جو غم، غصہ اور قیادتوں کو لے کر بے اعتمادی کا لاوا پھوٹتا ہوا نظر آرہا ہے، ہم اسے نظر انداز نہیں کر سکتے ہیں۔

مسلمانوں کے موجودہ مسائل کو لے کر خانقاہوں کی پریشان کن خاموشی امت مسلمہ کو مایوسی کی طرف ڈھکیل رہی ہے، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے ک آج خانقاہوں کے پیران عظام جن شخصیتوں کے نام کی دھونی رمار ہے ہیں وہاں معاملہ بلکل برعکس تھا، اسلاف نے مسلمانوں کے سماجی، ملی، مذہبی تمام تر اجتماعی مسائل پر اپنی قیادت کا حق ادا کیا ہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کے سامنے جو صورت حال ہے وہ کوئی نئی نہیں ہے بلکہ ماضی میں اس سے زیادہ سنگین مسائل کا سامنا رہا ہے، مگر پروردگاران مشائخ کی عقیدت کو سلامت رکھے جنہوں نے ہر موڑ پر آگے بڑھ کر امت کی قیادت فرمائی اور مایوسیوں کے اندھیروں میں امیدوں کا چراغ بن کر چمکتے رہے، چاہے وہ شردھانند کی تحریک ارتداد ہو یا اندرا گاندھی کی مذہب مخالف تحریک نس بندی یا پھر مسلم پرسنل لا اور بابری مسجد جیسے سنگین مسائل، ہر جگہ اسلاف کی بے خوف قیادت امت مسلمہ کے اندر جرات وہمت پیدا کرتی رہی۔

مگر اب ہندوستان کی مضبوط قیادتیں بھی موجودہ مسائل کو لے کر ٹھوس اقدام کی جرات نہیں جٹا پا رہی ہیں بلکہ نوبت بایں جا رسید کہ کچھ خانقاہوں نے تو "حفظان مستقل" کی نیت سے مذہب مخالف فیصلوں پر بھی حکومت کی مدح سرائی کا فریضہ انجام دینا شروع کر دیا ہے، افسوس:

جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

ہمیں معلوم ہے کہ ابھی بھی ہماری اکثر خانقاہیں اور قائدین موجودہ حالات کے تعلق سے فکر مند ہیں، مگر فکر مندی مسائل کا حل نہیں ہے بلکہ اسلام عملی اقدام کی دعوت دیتا ہے، آج پوری امت کو اسی عملی اقدام کی ضرورت ہے۔ آخری بات یہ کہ ہندوستان کا مسلمان اپنی اپنی خانقاہوں سے جنون کی حد تک عقیدت و محبت کا تعلق رکھتا ہے اور انہیں اپنا قائد و رہنما مانتا ہے اس لیے اس کی نگاہیں انہیں خانقاہوں کی طرف ٹکی ہوئی ہیں وہ بھی اس جذبہ کے ساتھ کہ جہاں ہمارے قائدین کا پسینہ بہے گا وہاں ملک کا مسلمان اپنے جسم کے خون کا آخری قطرہ بھی نچوڑنے کے لیے تیار ہے۔

مضمون کی آخری سطریں لکھتے ہوئے میں پھر اپنی اس جرات و گستاخی پر سراپا معذرت ہوں، مذکورہ تحریر میں صرف عوامی جذبات اور رجحانات کی عکاسی کی گئی ہے، جس پر قائدین اور رہنماؤں کو سنجیدگی سے غور و فکر کر کے مناسب قدم اٹھانے کی ضرورت ہے۔

ہندوستان کی آزادی میں نمایاں کردار ادا کرنے والے ہی تعصب کا شکار

از: **مولانا محمد عرفان قادری**، استاذ: مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن شاہی مسجد بڑا چاند گنج لکھنؤ

ہندوستان پر مسلمانوں نے تقریباً آٹھ سو برس تک حکومت کی۔ مسلم سلاطین نے اپنے دور حکومت میں اس ملک کی تعمیر و ترقی میں نمایاں کردار ادا کیا جس کی بدولت ہندوستان کو سونے کی چڑیا کہا جانے لگا۔ مسلم حکمرانوں نے عدل وانصاف اور مذہبی رواداری کی اعلیٰ مثالیں قائم کیں جو آج بھی تاریخ کے صفحات پر نقش ہیں۔ انگریز تاجر کے روپ میں آئے اور اس ملک کے مالک بن بیٹھے۔ انگریز جو انتہائی عیار اور سفاک تھے انھوں نے ہندوستانیوں کے ساتھ ایسا ناروا سلوک کیا جس کے تصور سے ہی جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

۱۵ر اگست ۱۹۴۷ء کو ہندوستان انگریزوں کے چنگل سے آزاد ہوا۔ یہ آزادی ہمیں آسانی سے نہیں ملی تھی بلکہ اس ملک کی آزادی کے لیے ملک کے ہر طبقہ اور مذہب وملت کے لوگوں نے اپنی اپنی جان و مال کا نذرانہ پیش کیا ہے۔ بالخصوص مسلمانوں اور علمائے کرام نے آزادی کی جدو جہد میں جو قربانیاں پیش کیں وہ تاریخ آزادی کا اہم ترین باب ہے۔ انگریزوں نے ملک مسلمانوں سے چھین کر انھیں اقتدار سے بے دخل کیا تھا اس لیے ان کے خلاف علم بغاوت پہلے مسلمانوں نے ہی بلند کیا۔ وطن پر جان نچھاور کرنے والے پہلے مجاہد، نواب سراج الدولہ ایک مسلمان ہی تھے جنھوں نے ۱۷۵۷ء میں انگریزوں سے لوہا لیتے ہوئے پلاسی کے میدان میں جام شہادت نوش کیا۔ ریاست میسور (کرناٹک) کے شیر فتح علی خاں المعروف بہ ٹیپو سلطان بھی مسلمان ہی تھے جنھوں نے کئی مرتبہ انگریزوں سے پنجہ آزمائی کی اور آخر کار لڑتے لڑتے شہید ہو گئے لیکن انگریزوں کی غلامی تسلیم نہ کی۔

جہاں تک آزادیِ ہند میں علما کی قربانیوں کا سوال ہے تو کون

نہیں جانتا کہ انگریزوں کے خلاف فتویٰ جہاد علامہ فضل حق خیر آبادی نے دیا تھا جس کی تائید اس دور کے تمام علما نے کی تھی۔ اسی فتویٰ جہاد کے جرم میں علامہ فضل حق خیر آبادی کو جزیرۂ انڈمان نکوبار (کالا پانی) میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں اور وہیں پر آپ نے آخری سانس لی۔ علامہ فضل حق خیر آبادی نے ۱۸۵۷ء میں دہلی کی جامع مسجد سے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا جس نے مردہ دلوں میں انقلاب کا جوش بھر دیا اور نوے ہزار سپاہ دہلی میں جمع ہوگئی۔ ہندوستانیوں اور انگریزوں کے درمیان مہینوں جنگ ہوتی رہی لیکن متعدّد وجوہ سے یہ جنگ ناکام ثابت ہوئی اور بدقسمتی سے انگریزوں نے غلبہ حاصل کر لیا۔ پھر بغاوت کے جرم میں ہزاروں علما اور حریت پسندوں کو قید و بند اور پھانسی کی سزائیں دی گئیں۔ ہزاروں ہزار علما کو چاندنی چوک دہلی میں درختوں پر لٹکا کر سولی دی گئی اور ان کے جسموں کو بندوق کی گولیوں سے چھلنی چھلنی کر دیا گیا۔ انگریزوں نے آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو گرفتار کرکے رنگون بھیج دیا جہاں ان کی موت ہوگئی اور انھیں اپنے وطن میں دفن ہونے کے لیے دو گز زمین بھی نہ مل سکی۔ وطن کو آزادی دلانے کے لیے مولانا سید کفایت علی کافی مرادآبادی نے جو کہ ایک جلیل القدر عالم اور عظیم شاعر تھے پھانسی کے پھندے کو گلے لگایا۔ اسی جذبۂ حریت کی بنا پر ایماندار اور بے باک صحافی مولوی محمد باقر انگریزوں کی توپ کا نشانہ بنے۔ عظیم مصنف اور عالم دین حضرت مفتی عنایت احمد کاکوروی نے آزاد و خود مختار وطن کا خواب دیکھنے کے جرم عظیم میں جزیرۂ انڈمان میں تقریباً چار سال اسیری کی زندگی گذاری۔ مولانا محمد علی جوہر، شوکت علی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا حسرت موہانی وغیرہ نے آزادی کی خاطر برطانوی قید خانوں میں پریشانیاں اٹھائیں۔

حکام کے سامنے ذلتیں برداشت کیں اور خویش و اقارب سے دور رہ کر اپنا سب کچھ قربان کیا تب جا کر ہمیں آزادی کی فضا میں سانس لینے کا موقع میسر آیا۔ انصاف و دیانت کی نظر سے دیکھا جائے تو ہندوستان کی آزادی علما کی قربانیوں کی مرہون منت ہے۔ ۱۸۵۷ء میں علما نے آزادی کی تحریک شروع نہ کی ہوتی تو ۱۹۴۷ء میں ملک کی آزادی کا خواب شاید شرمندۂ تعبیر نہ ہوتا۔

افسوس! جس قوم نے ہندوستان کو انگریزوں کے ظلم و استبداد سے آزاد کرانے کے لیے اپنے خون کا ایک ایک قطرہ بہا دیا آج اسی قوم کو قدم قدم پر دشواریوں کا سامنا ہے، اس قوم کو ملک کا غدار ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جا رہا ہے۔ کیا مسلمانوں نے اتنی عظیم قربانیاں اسی لیے دی تھیں کہ ان سے محب وطن ہونے کا سرٹیفکٹ طلب کیا جائے اور ان کا عرصۂ حیات تنگ کیا جائے؟

ہندی مسلمان اپنے وطن سے دل و جان سے محبت کرتا ہے اور اس کا ثبوت مسلمانوں نے ہر موڑ پر دیا ہے۔ ہزاروں مسلمانوں نے وطن کی آزادی کی خاطر اپنے آپ کو تختۂ دار پر چڑھا دیا لیکن ان کے چہروں پر شکن تک نہیں آئی۔ کیا کوئی قوم حب الوطنی کے جذبہ سے سرشار ہوئے بغیر اتنی عظیم قربانی دے سکتی ہے؟ ہرگز نہیں پھر مسلمانوں کو شک کی نظروں سے کیوں دیکھا جاتا ہے اور ان پر ظلم و ستم کیوں روا رکھا جا رہا ہے؟

ہندوستان کے اندر مسلمان آزادی کے بعد ہی سے ارباب اقتدار کی ترچھی نگاہوں کا شکار رہے اور ان کے ساتھ سوتیلا سلوک برتا گیا۔ دوسری جانب فرقہ پرست طاقتیں مسلمانوں کو زد و کوب کرتی رہیں۔ کبھی گئورکشا کے نام پر تو کبھی دیش بھگتی اور وندے ماترم کے نام پر۔ ۲۰۱۹ء میں بی جے پی کی دوبارہ حکومت بننے پر شر پسند عناصر کھل کر میدان میں آگئے ہیں اور ملک کا امن و امان بگاڑنے کے درپے ہیں۔ اقلیتی طبقات بالخصوص مسلمانوں کا جینا دشوار کیا جا رہا ہے، سخت گیر ہندو تنظیموں کے کارکنان مسلمانوں سے جے شری رام کا نعرہ لگانے کو کہتے ہیں اور مخالفت کرنے پر مسلمانوں کو بے رحمی سے پیٹا جاتا ہے۔ علما، ائمہ اور مدارس کے طلبہ کو بطور خاص نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ حکومتی سطح پر شریعت میں مداخلت اور مسلمانوں کے دینی تشخص پر حملے کیے جا رہے ہیں۔ ملک میں اس طرح کی صورت حال کبھی پیدا نہیں ہوئی۔ صرف دو تین مہینے کے اندر ماب لنچنگ (ہجومی تشدد) کا شکار ہو کر کئی مسلمان اور پچھڑی ذات کے ہندو بھی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ ہر چند کہ سپریم کورٹ اور وزیر اعظم نریندر مودی نے ماب لنچنگ کے پے در پے ہو رہی واردات کی مذمت کی ہے اور یہاں تک بیان دیا ہے کہ قانون کو ہاتھ میں لینے کی کسی کو اجازت نہیں۔ لیکن اس سلسلے میں صرف مذمتی بیان کافی نہیں بلکہ فوری طور پر قانون سازی کی ضرورت ہے ملک کے ہر شہری کو تحفظ فراہم کرنا حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ جب تک حکومت ماب لنچنگ کے خلاف قانون نہیں بنائے گی اور ملک کا امن و امان بگاڑنے والوں کو سخت سزائیں نہیں ملیں گی اس وقت تک مسلمانوں، کمزوروں اور دوسری اقلیتوں پر اسی طرح ظلم و ستم ہوتا رہے گا۔ ☆ ☆ ☆

شفیق ملت حیات و خدمات / پیارے بیٹے

تبصرہ نگار: مولانا محمد آصف رضا مصباحی، استاذ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور/ مولانا غلام مصطفیٰ رضوی، مالے گاؤں

نام کتاب: شفیق ملت حیات و خدمات
مرتب: مولانا کلام احمد ازہر القادری
سن اشاعت: مارچ ۲۰۱۹ء
صفحات: ۳۵۲
مطبع: علامہ کیفی اکیڈمی، ٹینواں گرانٹ روڈ، رضا نگر، مٹھنا، کھنڈسری، سدھارتھ نگر (یوپی)

زیر تبصرہ کتاب "شفیق ملت حیات و خدمات" جیسا کہ نام سے ہی ظاہر ہے یہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد شفیق احمد نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات پر مشتمل ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ شفیق ملت یقیناً بہت ساری خوبیوں کے مالک تھے۔ آپ نے وعظ و تقریر اور دعوت و تبلیغ کے ساتھ ساتھ مختلف مدارس میں درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور یہ درس و تدریس کا دور تقریباً ۴۰ر سال پر محیط ہے، بجائے خود یہ ان کی عظیم دینی خدمت ہے جس کے ذریعہ انہوں نے سیکڑوں علما، فضلا اور مبلغین اسلام تیار کیے۔ اس کے علاوہ چند ادارے بھی قائم کیے جن میں "عثمانیہ نسواں کالج" خاص شہرت کا حامل ہے۔ ملی و سماجی مسائل کے حل میں ہمیشہ مصروف رہے، ٹیچرس ایسوسی ایشن مدارس عربیہ اترپردیش کے عہدہ صدارت پر لمبے زمانہ تک فائز رہے۔ اس تنظیم کے ذریعہ آپ نے مدارس عربیہ کے اساتذہ کے حقوق کی بازیابی کے لیے کامیاب جدوجہد کی اور اس کے پلیٹ فارم سے دینی مدارس کی ترقی اور بہتری کے لیے کثیر اقدامات بھی فرمائے اور زندگی کے آخری دم تک اس تنظیم سے وابستہ رہے۔ تقریباً ۴۱ر سال تک دار العلوم فضل رحمانیہ پچپڑوا میں نہ صرف مسند درس کو زینت بخشی بلکہ اس ادارہ کو عروج و ارتقا کی منازل تک پہنچانے میں کلیدی رول ادا کیا اور اپنی خداداد قائدانہ صلاحیتوں کے ذریعہ علاقائی مسلمانوں کی سیاسی رہنمائی بھی فرمائی۔ بہر حال حضرت قاری محمد شفیق علیہ الرحمہ نے اپنی تمام تر قوتوں اور صلاحیتوں کو دین و مسلک اور قوم کی فلاح و بہبود کے لیے استعمال کیا اور اپنے مابعد علما کے لیے رول ماڈل بن گئے، مولیٰ کریم اپنے اچھوں کے صدقہ ان کے درجات بلند فرمائے، آمین۔

اس کتاب کے مرتب مفتی مولانا حضرت کمال احمد ازہر القادری استاذ جامعہ اہل سنت امداد العلوم، مٹھنا، کھنڈسری، ہیں۔ موصوف اس کام پر ڈھیر ساری مبارک بادیوں کے مستحق ہیں کہ وہ حضرت کے وصال کے بعد صرف ایک ماہ کی قلیل مدت میں کتاب منصہ شہود پر لے آئے ورنہ یہ ایک سچائی ہے کہ کسی شخصیت کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بیس یا پچیس برس بعد کچھ لکھنے لکھانے کے متعلق سوچا جاتا ہے جب تک بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے، لیکن فاضل مرتب نے اس رسمی جمود کو توڑنے میں کمال مہارت کا ثبوت دیا۔

اس کتاب پر تقدیم جناب الحاج دیوان صاحب زماں بنارس جنرل سکریٹری ٹیچرس ایسوسی ایشن مدارس عربیہ اترپردیش نے لکھی ہے۔ شفیق ملت چوں کہ اس تنظیم میں دیوان صاحب کے رفیق کار تھے، لہٰذا دیوان صاحب نے آپ کے طریقہ کار اور ضروری احوال بیان کیے ہیں اور نظر ثانی کا فریضہ حضرت مولانا مشتاق احمد قادری معراج العلوم بھدوکھر نے انجام دیا اور تصحیح کی ذمہ داری مولانا فیاض احمد مصباحی شراوستی جنرل سکریٹری تنظیم مذکور نے نبھائی ہے۔

جب کہ پیش لفظ ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ ہمدرد یونیورسٹی دہلی نے لکھا ہے۔ اس میں انھوں نے شفیق ملت کے ساتھ اپنی دیرینہ محبتوں کا ذکر تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔

اس کتاب میں کچھ غیر ملکی تاثرات بھی شامل ہیں: (۱) حضرت سید وجاہت رسول قادری، پاکستان۔ (۲) امیر اہل سنت حضرت مولانا محمد الیاس عطار قادری، بانی دعوت اسلامی (پاکستان) (۳) مفکر اسلام علامہ احسان الرحمن نورانی، گوجرانوالہ (۴) میثم عباس قادری رضوی، لاہور (پاکستان)۔ ڈربن ساؤتھ افریقہ سے مولانا فتح احمد مصباحی، بانی و ڈائرکٹر حافظ ملت اسلامک اسمبلی۔

ان کے علاوہ ملک بھر سے درجنوں دینی و سماجی اداروں اور تنظیموں

کے ذمہ داران کے تعزیت نامے اور تاثرات سے یہ کتاب مالامال ہے۔

یہ کتاب شفیق ملت کی حیات وخدمات سے زیادہ دیگر حضرات کی حیات وخدمات کا پتہ دیتی ہے کیوں کہ اس میں شفیق ملت کے تمام اساتذہ کرام کا تفصیلی تعارف اس کے بعد آپ کے تلامذہ کا تفصیلی تعارف پھر آپ کے معاصر علما اور آپ کے رفقاے درس کا بھی تفصیلی ذکر جمیل اسی کے ساتھ جن اداروں میں تعلیم حاصل کی ان کا بھی مکمل تعارف اس میں موجود ہے۔ حالاں کہ سیرت وسوانح میں زیادہ روشنی صاحب تذکرہ پر ڈالی جاتی ہے تاکہ مذکورہ شخصیت کے تمام پہلو اجاگر ہو سکیں۔ پھر آخر میں ان تمام ہندی اردو اخبارات کے تراشے جن میں آپ کے انتقال کی خبر چھپی وہ سب اس کتاب کی زینت ہیں۔ اس طرح اس کی ضخامت ۳۵۲ صفحات ہوگئی جب کہ اصل شخصیت کا تذکرہ مجموعی طور پر ۲۵ ر سے ۳۰ ر صفحات میں ہوگا۔

متعدّد مقامات پر زبان کی کم زوری کا بھی احساس ہوا، مثلاً صفحہ ۹۰ پر ہے "۱۹۴۳ء میں بلرام پور میں فارسی کی ابتدائی کتابیں حضرت علامہ شمس الدین صاحب قبلہ علیہ الرحمہ بلرام پور سے حاصل کیا۔" صفحہ ۹۱ پر ہے "بھروچ میں بھی تدریسی خدمات انجام دیا"۔ صفحہ ۱۱۲ پر ہے: "آپ کیا آئے دار العلوم فیض الرسول کی ترقی میں چار چاند لگ گیا۔"

اس کم زوری کے ساتھ ساتھ تضادات کی مثالیں بھی نظر سے گزریں، مثلاً مفکر اسلام حضرت علامہ مولانا مبارک حسین مصباحی چیف ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ کا تعزیت نامہ بھی چھپا ہے جو تقریبا ۱۲ ر صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں کتاب کے صفحہ ۲۱۰ پر پہلی سطر میں ہے "۹ ر فروری بروز شنبہ قریب تین بجے دن میں اچانک رحلت فرما گئے" اس کے چند سطر بعد ہے "۱۱ ر فروری روز نامہ انقلاب بنارس آیا اس میں شفیق ملت حضرت مولانا قاری محمد شفیق نعیمی کے وصال کی پر ملال خبر تھی، حالاں کہ ہمیں ۹ ر اپریل ہی کو شب میں آپ کی رحلت کی غم انگیز خبر مل چکی تھی"۔ ذرا غور کریں ۱۱ ر فروری کے روز نامہ انقلاب میں انتقال کی خبر چھپی تو ۹ ر اپریل کو شب میں خبر کا مطلب کیا ہے۔

اس طرح کی اغلاط کا ذمہ دار عموما کاتب صاحب کو ٹھہرایا جاتا ہے مگر اس سے مصحح صاحب کو بھی بری نہیں کیا جا سکتا؛ کیوں کہ تصحیح کرنے والے کی مکمل ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ کتابت اور زبان وبیان پر گہری نظر رکھے اور بیدار مغزی کے ساتھ تنقیدی نگاہ سے مطالعہ کرے تاکہ اس طرح کی اغلاط کی تصحیح ہو سکے اور تصحیح کنندہ کی طرف کاہلی اور بے توجہی کا گمان نہ جائے۔

بہر حال یہ کتاب شفیق ملت کی حیات وخدمات کے ضروری گوشوں کو اجاگر کرتی ہے۔ آپ کے احباب ومتعلقین ومعتقدین کے لیے یہ ایک نایاب وقیمتی تحفہ ہے جو ان کی یادوں کو تازہ رکھنے والا ہے۔

آخر میں ایک بار پھر اس کے مؤلف اور اس کام میں ان کے معاونین ڈھیر ساری مبارک بادیوں کے مستحق ہیں کہ اتنے کم وقت میں ایک ضخیم کتاب تیار کردی جو کہ بجائے خود یہ مشکل کام ہے۔ مولی تعالی ان تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔ ☆☆☆

نام کتاب: پیارے بیٹے!
مصنف: ابو عبد الرحمن محمد السلمی نیشاپوری
مترجم: مولانا محمد افروز قادری چریاکوٹی
مطبع: نوری مشن مالے گاؤں

بزرگوں کی مبارک زباں کھلتی ہے... علم کے دریا بہ نکلتے ہیں... عرفاں کے موتی جھڑتے ہیں... اُن کی نصیحتیں انقلاب بداماں ہوتی ہیں... ان کے اقوال خیالات کی وادیاں سیراب کرتے ہیں... ان کے اشارے حیات کے دھارے بدل دیتے ہیں... "پیارے بیٹے" امام ابو عبد الرحمٰن محمد السلمی نیشاپوری (وصال ۴۱۲ھ) کی فکر کا گنجینہ ہے... نصیحتوں کا آبگینہ ہے... جس کا حرف حرف خوشبو ہے... لفظ لفظ مشک بو ہے... مولانا محمد افروز قادری چریاکوٹی نے ترجمہ کی میز پر سجایا ہے... نوری مشن مالیگاؤں نے اشاعت کا زیور مرصع کیا... ماہرِ امراضِ اطفال ڈاکٹر حامد اقبال نے دل چسپی لی... ان کے مرحومین خانوادہ کے ثواب کے لیے کتاب چھپی... نصیحتوں کا یہ گل دستہ زندگی کے گلشن میں سجانے کے لائق ہے... اس میں خشیت الٰہی کی تابشیں بھی ہیں... صحبتِ صالح کے اثرات بھی... اخلاص وتوبہ اور صلۂ رحمی کا پیام بھی... زیورِ حیا اور اخلاقی تعلیمات بھی... رزقِ حلال، طاعت، توکل، تواضع کی تابندہ کرنیں دل ودماغ کو منور کرتی ہیں... اسی کتاب سے باطن منور کرنے والے چند نصیحت پارے مطالعہ کریں...

(۱) اپنی جملہ حرکات وسکنات کو سُنّت محمدی کے تابع کرلو۔ (ص ۹)
(۲) اچھی صحبتوں سے اپنا رشتہ قائم رکھو۔ (ص ۱۰)
(۳) مومن کے علاوہ کسی اور کو دوست نہ بناؤ۔ (ص ۱۱)
(۴) کوشش کرو کہ تمھارا وقت اچھے کاموں میں صَرف ہو۔ (ص ۱۴)
(۵) اخلاص کو اپنی زندگی میں اُتارلو۔ (ص ۱۵)

(بقیہ صفحہ نمبر ۵۴ ر پر....)

منقبت

صدرالافاضل، حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ

حسینی فیض کے آب رواں صدر الافاضل ہیں
مدینے کے فلک کی کہکشاں صدر الافاضل ہیں

سجے ہیں شخصیت میں فیضِ باب العلم کے تارے
مکیں ہے جلوۂ حیدر، مکاں صدر الافاضل ہیں

بلالی جذبہ ہے، اس فطرت فولاد کے اندر
دیار کفر میں، حق کی اذاں صدر الافاضل ہیں

جھلک ہے خالد و طارق کی، اس مرد مجاہد میں
سرِ اعدا پہ شمشیر و سناں صدر الا فاضل ہیں

قصیدہ، علم کے آفاق پر تحریر ہے ان کا
سراپا، علم و فن کی داستاں صدر الا فاضل ہیں

سلم ہے، جہان فکر و فن میں، ان کی دانائی
کہ عرفان رضا کے رازداں صدر الا فاضل ہیں

امام احمد رضا کو ناز تھا، ان کے تدبر پر
رضا کی سلطنت کے حکمراں صدر الا فاضل ہیں

نہ ہوگا کم، کبھی عرفان، تفسیر خزائن کا
کلام حق کے صدقے ، جاوداں صدر الافاضل ہیں

رضا کی قربتیں، ایسی ملیں، اس پاک طینت کو
جہاں احمد رضا خاں ہیں، وہاں صدر الافاضل ہیں

شریعت کے مفاہیم و معانی، کر دیے روشن
علوم دیں کے ایسے نکتہ واں صدر الافاضل ہیں

خرد مندان عالم، جن کی عظمت کو سلامی دیں
کمال علم کے ایسے نشاں صدر الافاضل ہیں

گذاری زندگی، احقاق حق، ابطال باطل میں
جہاد حق کے اک کوہ گراں صدر الافاضل ہیں

گواہی دیتا ہے بر صغیر، ان کی جلالت کی
فصیل عشق سے اب بھی عیاں صدر الافاضل ہیں

انہیں اپنے زمانے کا "امام اہل حق" کہیے
ہر ایک میداں کے میر کارواں صدر الافاضل ہیں

سفینہ اُن کا، اب بھی لڑ رہا ہے موج باطل سے
پناہ قوم، دیوار اماں صدر الافاضل ہیں

نبی کے دشمنوں پر، اب بھی تیور سخت ہیں ان کے
ہر اک سنی پہ، اب بھی مہربان صدر الافاضل ہیں

برائے خرمن باطل، وہ اک شعلہ، وہ اک بجلی
برائے اہل حق، اک سائیاں صدر الا فاضل ہیں

بھری ہیں بجلیاں "لا تقنطوا" کی، ان کے سینے میں
غموں کے دور میں بھی، شادماں صدر الافاضل ہیں

قیادت کر رہی ہیں آج بھی، حضرت کی تحریریں
کتاب دل میں اب بھی ضوفشاں صدر الافاضل ہیں

معطران کا رستہ، اب بھی ہے، خوشبوئے حکمت سے
شعور و آگہی کے گلستان صدر الافاضل ہیں

فلاح قوم و ملت کا، طبیعت میں جنوں ایسا
مسلسل، بہر حق، عزم جواں صدر الافاضل ہیں

کمال اس شاعر فطرت کا، مجھ سے نظم ہو کیسے
سخن کی جان ہیں، رشک زباں صدر الا فاضل ہیں

مراد آباد ہے مسکن اگرچہ ان کے جلووں کا
مگر سارے جہاں پر گل فشاں صدرالافاضل ہیں

مزین ہیں بہشتی پھول سے، مرقد کے نظارے
کہ زیر خاک در کوئے جناں صدر الافاضل ہیں

الٰہی بھیج دے صدر الافاضل کا کوئی ثانی
زمانہ ڈھونڈتا ہے پھر، کہاں صدر الافاضل ہیں

زمینِ فکر وفن سیراب ہوگی تا ابد جس سے
ہدایت کے وہ بحر بے کراں صدر الافاضل ہیں

شہ خوباں کی مداحی، فریدی تجھ سے کیا ہوگی
زمیں تو ہے، تو فخر آسماں صدر الا فاضل ہیں

نتیجۂ فکر: محمد سلمان رضا فریدی مصباحی صدیقی بارہ بنکوی (مسقط، عمان)

وفیات

حضرت مولانا حافظ عبد الواحد علیہ الرحمہ / محترم حمید رضا یزدانی میاں مرحوم، کراچی

آہ ! حضرت مولانا حافظ عبد الواحد علیہ الرحمہ

بڑے ہی افسوس اور دکھ کے ساتھ اطلاع دی جاتی ہے کہ حضرت مولانا حافظ عبد الواحد اشرفی فیضی ناظم آفیشیلی امور دار العلوم فیضان اشرف باسنی کا مورخہ ۱۲/ جولائی ۲۰۱۹ء مطابق ۸/ ذی القعدہ ۱۴۴۰ھ بروز جمعہ قُبیل نماز مغرب حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے اچانک داعی اجل کو لبیک فرما چکے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ان کی بے حساب مغفرت فرمائے۔

قبلہ مرحوم دار العلوم فیض الرسول، براؤن شریف، ضلع سدھارتھ نگر یوپی سے ۱۹۹۹ء میں فارغ ہوئے اور شوال المکرم ۱۹۹۹ء سے ہی دار العلوم فیضان اشرف باسنی میں بحیثیت مدرس تقرری عمل میں آئی اور آپ ادارہ کے مختلف شعبہ جات، مثلاً درجہ تحتانیہ، فوقانیہ، عالیہ اور جامعۃ الزہراء فیضان اشرف میں بڑی جاں فشانی، عرق ریزی اور خلوص کے ساتھ اپنی نمایاں خدمات انجام دیتے رہے، مگر جب ادارہ کے خارجی امور بڑھ گئے تو خادم اشرفی مہتمم دار العلوم فیضان اشرف باسنی نے آپ کو آفیشیلی امور کے لیے تدریسی خدمات سے فارغ کر دیا۔ آپ نے اس اہم ذمہ داری کو پورے جذبہ خلوص اور بے پناہ محنت و لگن سے آخری دم تک بحسن خوبی انجام دیا۔ سردی، گرمی، دھوپ چھاؤں کی پرواہ کیے بغیر ناگور، جے پور، دہلی وغیرہ کے آفیشیلی امور کی انجام دہی، سرکاری و غیر سرکاری اسکیمیں و امدادیں ادارہ کو دلانے میں دن کو دن اور رات کو رات نہیں سمجھا، ایک ایک کام کے لیے دفاتر کا خوب چکر کاٹتے اور اس کام کو پورا کر کے ہی دم لیتے اور کبھی نہ ہونے پر افسوس کرتے، اس کے علاوہ دار العلوم فیضان اشرف کا دنیا کی مشہور ترین ملکی و غیر ملکی یونیورسٹیز اور کالجز سے الحاق و معادلے بھی انہیں کی محنت شاقہ کے بدولت ہے۔ نیز قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان دہلی سے اردو ڈپلوما، عربک ڈپلوما، کیلی گرافی اینڈ گرافک ڈزائننگ ڈپلوما، فارسی ڈپلوما، کمپیوٹر ڈپلوما وغیرہ کے پانچ اسٹڈی سینٹرز حاصل کیے۔ حکومتی وزرا و عہدیداران اور دیگر مخیرین حضرات سے تعلقات و ملاقات کر کے ادارہ میں لانا اور ان سے مدرسہ کا تعاون کرانا ان کا خاص وصف اور فن تھا۔ جس کی وجہ سے ادارہ کو حکومتی سطح پر کافی امدادی رقومات حاصل ہوئیں۔

مگر "مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ" قضائے الٰہی جو مقدر ہو چکی ہے اٹل ہے۔ جس کے تحت آپ نے پیام اجل کو لبیک کہا اور ہم سب کو روتا بلکتا چھوڑ کر رخصت ہو گئے۔ اللہ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب عطا فرمائے اور ان کی خدمات کو اپنی بارگاہ بے نیاز میں قبول فرمائے۔ آمین اور ان کے پسماندگان، محبین، لواحقین کو صبر جمیل اور ادارہ ہٰذا کو نعم البدل عطا فرمائے۔

آپ کے پسماندگان میں: اہلیہ محترمہ، تین بچیاں، دو بچے اور تین بھائی محمد اقبال، محمد اشرف، محمد سعید اور ایک بہن ہیں۔

[سوگوار: محمد سعید اشرفی، مہتمم دار العلوم فیضان اشرف، باسنی ضلع ناگور، راجستھان]

ناظم امور خارجہ دار العلوم فیضان اشرف باسنی کا وصال
بہت روئے گی تیرے بعد میری شام تنہائی

پیکر اخلاص و محبت، مرحوم حضرت مولانا حافظ عبد الواحد اشرفی ،فیضی ناظم امور خارجیہ دار العلوم فیضان اشرف، باسنی ایک خوش اخلاق، خوش گفتار، خوش رفتار، خوش مزاج، ملنسار، متواضع، کم سخن، خندہ روئی جیسے اوصاف کے حامل تھے۔ ہر چھوٹے بڑے سے کشادہ پیشانی سے ملاقات کرتے اور دور سے ہی مسکرا کر دلوں کو مسحور کر لیتے، خدا جانے آپ میں ایسی کیا مقناطیسیت و جاذبیت تھی کہ آپ جس سے ایک بار ملاقات کر لیتے اسے اپنا بنا لیتے، آپ کے چہرے کا رکھ رکھائو اور بارعب مکھڑا آپ کی شخصیت میں چار چاند لگاتا تھا۔ حلم و بردباری، صبر و قناعت، خودداری و بے لوثی، ایثار و وفا وغیرہ خصائل و عادات سے متّصف تھے۔ غموں کے اتھاہ سمندر میں بھی آپ کے چہرے پر کبھی شکن نہیں آئی اور نہ کبھی پژمردگی طاری ہوئی۔ "دل ہے لہولہان مگر جبیں پر شکن نہیں" کے مصداق آپ ہمیشہ ہشاش بشاش اور خوش و خرم ہی نظر آئے۔

مرحوم اپنی ذات میں ایک انجمن اور فکروفن کے دبستاں تھے، آپ کی رحلت سے صرف اہل خانہ ہی کو صدمہ نہیں پہنچا بلکہ علمی، ادبی، خانقاہی اور تنظیمی حلقوں میں بھی گہرا اثر ہوا۔ کتنے مسکراتے چہرے غم واندوہ کی تصویر بن گئے، ہر طرف رنج وغم کے تاریک بادل چھا گئے ہر چہرہ پژمردہ اور ہر آنکھ نمناک، مدارس ومکاتب میں ایصال ثواب کی مجالس منعقد ہوئیں، ہر طرف سے تعزیتی فون اور سوگوار پیام وخطوط کا سلسلہ جاری ہوگیا، شناسا وغیر شناسا سبھی ماتم وافسوس کناں ہوگئے۔ ”موت اس کی جس پر کرے زمانہ افسوس“۔

مگر آپ کی رحلت سے اہل خانہ کے بعد سب سے زیادہ جسے دکھ ہوا وہ مصلح قوم وملت، حضرت مولانا حافظ محمد سعید اشرفی کی ذات ہے۔ کیوں کہ ان کا کلیجہ تو اس وقت ہی چھلنی ہوگیا تھا جب ادارے کے بہت ہی مخلص، جفاکش، اور محنتی استاذ، ادیب شہیر، حضرت علامہ مولانا تصور حسین رضوی اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ ان کی وفات حسرت یاس کا غم ابھی بھولے بھی نہیں تھے کہ آپ کی وفات کا غم قیامت صغری بن کر ٹوٹ پڑا، آپ سے تو حضور شیخ الجامعہ صاحب کو بڑی امیدیں وابستہ تھیں کیوں کہ انھوں نے ادارے کے لیے مستقبل میں بہت سے خواب سجا رکھے ہیں، جن کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لیے آپ ہی ان کے دست راست اور قوت بازو تھے۔ مگر آہ! عمر مستعار نے وفا نہ کی اور بہت ہی جلد ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔ اب حضور شیخ الجامعہ صاحب یہی کہتے ہیں۔ ع

مرا رنگ وروپ بگڑ گیا   مرا یار مجھ سے بچھڑ گیا

آپ کی اچانک رحلت نے ہم سب کو ایسا نڈھال کیا ہے کہ جب کبھی آپ کا تذکرہ ہوتا ہے تو آنکھیں نمناک ہو جاتی ہیں۔ کیا آپ سے وہاں کوئی یہ نہیں پوچھتا کہ اپنے خارجی امور کی ذمہ داری کس کو دے کر آئے ہو؟ مصر جانے والے طلبہ کے کاغذی کارروائی کرنے کے لیے کس کو چھوڑا ہے؟ N.C.P.U.L دہلی سے چلنے والے پانچ اسٹڈیز سینٹر کی ذمہ داریاں کس کو سونپی ہیں؟ شیخ الجامعہ صاحب کو کارگاہ تعلیم میں اکیلے کیوں چھوڑ کر آئے ہو؟۔ ہو سکتا ہے آپ یہ جواب دیں۔

ع ”اک کھلونا ٹوٹ جائے گا تو نیا مل جائے گا، میں نہیں تو کوئی تجھ کو اور مل جائے گا“۔ مگر آج تک ایسا نہیں ہوا۔ مرحوم ادیب شہیر اس دنیا سے رخصت ہوئے مگر ان کی جگہ آج بھی خالی ہے، تو حافظ صاحب پھر آپ کا بدل کیسے ملے گا؟

تعلیم وتربیت: ناگور شریف سے تقریبا آٹھ کلومٹر دور جانب مغرب میں واقع، مردم خیز قصبہ باسنی میں آپ پیدا ہوئے، والد کا نام جناب سمیع اللہ بن حسن محمد بولا والے اور والدہ کا نام بی بی کبریٰ ہے۔ بچپن ہی میں والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور آپ کی تعلیم وتربیت اور پرورش کی ذمہ داری آپ کے بڑے بھائی جناب محمد اقبال، محمد اشرف، محمد سعید صاحبان نے لی اور عمدہ تعلیم وتربیت سے آراستہ کیا۔ ابتدائی اور حفظ کی تعلیم اپنے گاؤں کے ام المدارس مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ باسنی میں حاصل کی، پھر حفظ کا دور کرنے کے لیے دارالعلوم اسحاقیہ جودھپور کا رخت سفر باندھا اور وہاں رہ کر قرآن شریف کا دور نکالا اور عربی درجات کی ابتدائی چند جماعتیں بھی یہیں پڑھیں پھر درس نظامیہ کی تکمیل کرنے کے لیے ہندوستان کی مشہور دینی وعلمی دانش گاہ، دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف، ضلع سدھارتھ نگر، یوپی کا رخ کیا اور ۱۹۹۹ء میں سند ودستار فضیلت سے نوازے گئے۔

تدریسی خدمات: شوال المکرم ۱۹۹۹ء ہی سے دارالعلوم فیضان اشرف باسنی میں اپنی تدریسی خدمات کا سلسلہ شروع فرمایا اور ادارہ کے مختلف شعبہ جات۔ مثلا: درجہ تحتانیہ، فوقانیہ، عالیہ اور جامعۃ الزہرا فیضان اشرف میں بڑی جاں فشانی، عرق ریزی وخلوص کے ساتھ اپنی نمایاں خدمات انجام دیتے رہے، جنھیں ہمیشہ یاد کیا جاتا رہے گا، کسی عربی شاعر نے کیا خوب کہا ہے! :لَعَمْرُكَ مَا وَارَى التُّرَابُ فِعَالَه، وَلٰكِنَّه وَارَىٰ ثِيَابًا وَاَعْظُمًا“ یعنی قسم بخدا! مٹی صرف ان کے جسم وپیراہن کو چھپا سکے گی، ان کے زریں تابندہ اور درخشاں کارنامے مرور ایام کے ساتھ روشن ہوتے چلے جائیں گے۔ یقینا آپ کے کارنامے، خدمات، اوصاف وکمالات، نیز علمی، دینی، ملی، قومی، سماجی، خدمات تاریخ کے صفحات میں ثبت ہوگئے۔ جب بھی دارالعلوم فیضان اشرف کی تاریخ لکھی جائے گی تو اس میں آپ کی خدمات کا ایک روشن باب ضرور ہوگا۔

”آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے“

ادارہ کے امور خارجیہ کی ذمہ داری: جب ادارہ کے خارجی امور دن بدن زیادہ بڑھ گئے تو حضور شیخ الجامعہ نے آپ کی ذہنی، فکری، معاملہ فہمی، حالات شناسی وغیرہ جیسی صلاحیتوں کو پرکھ کر ادارے کے امور خارجیہ کے لیے فارغ کر دیا اور پھر موصوف نے شیخ الجامعہ صاحب کی امیدوں پر کھرے اترتے ہوئے ادارہ کے امور کو اپنا ذاتی کام سمجھ کر، جس اخلاص، لگن

، محنت وجاں فشانی، جگر سوزی، وفاداری کے ساتھ انجام دیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس اہم ذمہ داری کی انجام دہی میں نہ تو آپ نے رات دیکھی نہ دن، نہ وقت دیکھا نہ موسم، نہ سردی دیکھی نہ گرمی، نہ بارش دیکھی نہ طوفان، نہ صحت کا خیال رکھا نہ آرام، گاڑی، بس، موٹر، ٹرین جو بھی میسر آئی بیٹھ کر سفر کیا، آپ کا ایک قدم جے پور، تو دوسرا قدم دہلی ہوا کرتا تھا۔ حکومتی وزراو عہدیداران اور دیگر مخیرین حضرات سے تعلقات وملاقات کر کے ادارہ میں لانا اور ان سے مدرسہ کا تعاون کرانا آپ کا خاص وصف اور فن تھا، سرکاری محکموں، دفاتر، فلاحی ورفاہی تنظیموں کے دروازے کھٹکھٹا کر بہت ساری اسکیمیں، پروجیکٹ پاس کروائے، مالی تعاون وامداد کے طور پر بھاری رقم حاصل کر کے ادارے کی پرواز میں بال وپر لگا دیے۔ جبکہ کوئی بھی سرکاری کام کتنا مشکل ہوتا ہے۔ اس راہ میں کس قدر دشواریاں آتی ہیں! یہ تو وہی بتا سکتا ہے، جس نے اس راہ کی آبلہ پائی کی ہو کہ کیسی جلی کٹی باتیں سننی پڑتی ہیں، آفسوں کے کتنے چکر لگانے پڑتے ہیں، کتنے تلخ وشیریں حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، فائل میں ذرا سی خامی پر واپس کر دیا جاتا ہے، کبھی یہ صاحب نہیں، تو کبھی وہ صاحب نہیں۔ کبھی یہ کاغذات پورے نہیں تو کبھی وہ ڈوکومینٹ پورا نہیں۔ مگر ان تمام پریشانیوں کے باوجود کبھی آپ نے ہمت نہیں ہاری، کبھی پیشانی پر سلوٹیں نہیں پڑیں۔ کوششیں کی اور مسلسل کرتے رہے، جس کی بنیاد پر کامیابیاں آپ کا مسکرا کر استقبال کرتیں۔ جس نے بھی کہا سچ کہا: "آہستہ آہستہ مگر مسلسل چلنا کامیابی کی ضمانت ہے" عربی کا مشہور مقولہ ہے: "مَنْ طَلَبَ شَيْئًا وَجَدَّ وَجَدَ، وَمَنْ قَرَعَ الْبَابَ وَلَجَّ وَلَجَ" یعنی جو کسی چیز کی طلب میں محنت وکوشش کرتا رہا وہ اسے ایک دن ضرور پالے گا اور جو کسی دروازے کو مسلسل کھٹکھٹاتا رہے تو وہ ایک دن ضرور اس میں داخل ہو جائے گا۔

اپنی انھیں مسلسل کاوشوں سے، مشہور ترین ملکی وغیر ملکی یونیورسٹیز اور کالجز سے ادارہ کا الحاق ومعادلہ کرایا، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کے اسٹڈیز سینٹر یعنی اردو ڈپلومہ، عربک ڈپلومہ، یک سالہ عربک سرٹیفکٹ کورس، کیلی گرافی اینڈ ڈیزائننگ ڈپلومہ، فارسی ڈپلومہ، کمپیوٹر ڈپلومہ وغیرہ حاصل کیے۔

آپ عقابی روح وآہنی ارادوں کے مالک تھے، مایوس ہو کر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے والوں میں سے نہ تھے بلکہ ہر جگہ امید وآس کا چراغ لے کر چلتے، جس کی وجہ سے میدان ہموار ہوتے، نئے سراغ ملتے، نئی راہیں کھلتیں، ایک اسکیم کی فائل لگاتے اور دوسرا نیا پروجیکٹ لے کر آتے۔ آپ نے ہندوستان کے بہت سارے صوبوں کا حضور شیخ الجامعہ صاحب کی رفاقت میں سفر کیے لیکن کبھی بھی ناکامی ہاتھ نہیں آئی۔ فالحمد للہ علی ذالک۔ آپ کی پوری زندگی یقین محکم، عمل پیہم، جہد مسلسل سے عبارت تھی۔

جذبہ خدمت خلق: "خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَنْفَعُ النَّاسَ" یعنی سب سے بہتر وہ ہے جو خلق خدا کو فائدہ ونفع پہنچائے۔ مرحوم حافظ صاحب بہت ہمدرد، رحم دل واقع ہوئے کسی کی بھی دادرسی کرنا وہ اپنا اولین فریضہ سمجھتے تھے، بسا اوقات خود ساتھ چل کر سرکاری وغیر سرکاری دفاتر ومحکمہ جات میں آنے والی رکاوٹوں کو دور کرتے، یا پھر اپنے مفید مشوروں، اصلاحات اور ہدایات سے نوازتے۔ وقف مدرسہ بورڈ راجستھان گورمنٹ سے رجسٹرڈ مدارس میں پیش آنے والی مشکلات کا چٹکیوں میں حل نکالتے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سارے لوگ آپ سے اس سلسلے میں رائے ومشورہ کرتے، دہلی وجے پور وغیرہ سے متعلق بہت سے امور وہ خود ہی کر دیا کرتے تھے، جس کسی نے بھی آپ کو آواز دی، یا آپ کی مدد کی ضرورت پڑی تو آپ نے حتی المقدور اس کی حاجت روائی کی۔

بزرگوں کا ادب: "لِكُلِّ شَيْءٍ زِينَةٌ فِي الْوَرَىٰ زِينَةُ الْمَرْءِ تَمَامُ الْأَدَبِ" یعنی مخلوق میں ہر چیز کی ایک زینت وخوب صورتی ہے انسان کی آرائش وخوب صورتی کامل ادب ہے۔ آپ فطری طور پر بہت مودب واقع ہوئے اور علما، مشائخ، سادات کرام کا بے پناہ ادب کرتے تھے ان حضرات کی بارگاہ میں شاگرد رشید کی طرح کھڑے رہتے تھے۔ جس کی نظیریں میں نے بارہا دیکھی۔ حضور شیخ الجامعہ صاحب اور مرحوم حافظ صاحب کے ساتھ راقم (محمد رفیق مصباحی) کو کئی بار سفر کرنے کا موقع ملا، جس سے میں نے یہ چیز نوٹ کی کہ مرحوم حافظ صاحب، حضور شیخ الجامعہ صاحب کا اس طرح ادب کرتے تھے جیسے ایک شاگرد اپنے استاذ کا بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ آپ ان کے سامنے کبھی اپنی زبان نہیں کھولتے، بولتے بھی تو ضرورت کے مطابق ہی گفتگو کرتے اور حکم کی تعمیل میں ہر وقت اپنے آپ کو تیار رکھتے۔ بسا اوقات وقفہ میں ہمارے ساتھ ہوتے تو ہم انھیں چائے پیش کرتے تو کبھی نہیں لیتے اور یوں کہتے پہلے آپ پیئیں یوں ہی پانی پینے کے لیے دیتے تبھی وہ یہی کہتے نہیں پہلے آپ پیئیں اس طرح کوئی ایک دوبار نہیں ہوا جسے آپ اتفاق کہیں بلکہ ہمیشہ ان کا یہی طریقہ رہتا۔ یقیناً ادب ایک ایسی دولت ہے جو انسان کے اندر من جانب اللہ ودیعت کی جاتی ہے، جس کی وجہ سے وہ ہر کہ ومہ کے نزدیک محترم، معزز اور محبوب ہو جاتا ہے۔

سانحہ ارتحال: بہت سی خوبیوں اور اوصاف کی مالک شخصیت اپنی اس مختصر سی زندگی میں بہت سے نمایاں کارنامے انجام دے کر مورخہ ۸/ ذیقعدہ ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۲/ جولائی ۲۰۱۹ء بروز جمعہ بعد نماز عصر تقریباً ساڑھے چھ بجے حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون، اللہ تعالی مرحوم کی بے حساب مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

آپ کی وفات کی جانکاہ خبر دلوں پر بجلی بن کر گری، آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا، دل کو یقین ہی نہیں ہو رہا تھا، لیکن جب معتبر ذرائع سے خبر یقین میں بدلی تو کلمہ استرجاع پڑھتے ہوئے یہ شعر کچھ تحریف کے ساتھ زباں پہ جاری ہو گیا۔

کیا خبر تھی موت کا یہ حادثہ ہو جائے گا
زیر زمیں مدرسہ کا ہیرا سو جائے گا

آپ کی نماز جنازہ میں پورا قصبہ باسنی امنڈ آیا اور ناگور ضلع کے مختلف قصبوں اور قریوں مثلا: کھاری، شیرانی آباد، میڑتا سیٹی، ناگور شہر وغیرہ سے بھی علما اور فیضانی برادارن کی ایک خاصی تعداد جنازہ میں شریک ہوئی۔ کثرت ہجوم کی وجہ سے نماز جنازہ عید گاہ میں پڑھی گئی اور وہیں قبرستاں میں بھیگی پلکوں کے ساتھ ہزاروں سوگواروں کے جھرمٹ میں سپرد خاک کردیے گئے۔

ابر رحمت ان کی مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

[مولانا محمد رفیق مصباحی شیرانی، استاذ عربی ادب: دارالعلوم فیضان اشرف باسنی، راجستھان]

اُفق حامدی کا ایک روشن ستارہ روپوش ہو گیا
محترم حمید رضا یزدانی میاں کا وصال پر ملال

مؤرخہ ۱۰/ ذیقعدہ/۱۴/ جولائی ۲۰۱۹ء اتوار کا دن گزار کر رات تقریبًا ۱۱/ بجے شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا خاں علیہ الرحمہ کے چھوٹے شہزادے حضرت علامہ محمد حماد رضا خاں نعمانی میاں علیہ الرحمہ کے فرزند ارجمند عالیجناب محترم حمید رضا خاں یزدانی میاں کا وصال پر ملال ہو گیا۔ میسیج پڑھ کر راقم نے کلمۂ ترجیع انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا۔

حضرت علامہ حماد رضا خاں عرف نعمانی میاں علیہ الرحمہ ہیں جو تقسیم ہند میں پاکستان ہجرت کر گئے تھے اور کراچی میں مقیم ہو گئے تھے۔ صاحب تذکرہ عالیجناب محترم حضرت حمید رضا خاں یزدانی میاں آپ ہی کے سب سے بڑے شہزادے ہیں۔

حضرت علامہ حماد رضا خاں عرف نعمانی میاں علیہ الرحمہ کو اپنے والد گرامی حضرت حجۃ الاسلام سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔ قدرت کی جانب سے آپ کو تین شہزادوں اور چار شہزادیوں کی نعمت سے نوازا گیا تھا۔ شہزادوں کے نام یہ ہیں:

(۱) حَمِید رضا خاں یزدانی میاں (جن کا انتقال ہو گیا) (۲) محمد رضا خاں رضوانی میاں (۳) حُمَید رضا خاں نورانی میاں۔ یہ نیوزی لینڈ میں رہتے ہیں۔

بیٹوں میں سب سے بڑے یہی حمید رضا خاں صاحب یزدانی میاں تھے۔ جن کی پیدائش ۲۵/ دسمبر ۱۹۴۲ء کو ہوئی۔ ۱۹۶۴ء میں آپ کا نکاح جناب معین الدین احمد صدیقی جن کا آبائی مکان بریلی شریف میں ہی تھا، تقسیم میں کراچی ہجرت کر گئے تھے ان کی بیٹی عصمت شاہین صاحبہ سے ہوا تھا۔ یہ رشتہ میں یزدانی میاں کی خالہ زاد بہن ہوتی ہیں۔ ان سے آپ کے ایک شہزادے اور تین شہزادیاں متولد ہوئیں۔ آپ کے شہزادے کا نام جواد رضا خاں ہے جو پاکستان آرمی میں اس وقت کرنل کے عہدے پر فائز ہیں اور آپ کی پوسٹنگ اسلام آباد میں ہے۔ ان کی اہلیہ کا نام سنبل رضا خان ہے جو یزدانی میاں کی بڑی بہن طیبہ صاحبہ کی بیٹی اور جواد میاں کی پھوپھی زاد بہن ہیں۔ ان سے ایک بیٹے ہیں جن کا نام انہوں نے عمر رضا خاں رکھا ہے۔ اور ایک بیٹی ہیں جن کا نام تنزیلہ خان ہے۔ یزدانی میاں صاحب بی ایس سی کرنے کے بعد ۲۶/ سال کی عمر میں پاکستان کی حبیب بینک میں بحیثیت بینکر ملازم ہوئے اور بحیثیت گریڈون آفیسر کی پوسٹ سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد اب اپنے اکلوتے شہزادے جواد میاں صاحب کے پاس اسلام آباد میں رہنے لگے تھے۔ انتقال سے چند روز پہلے ہی وہ اپنی شہزادیوں اور عزیز و اقارب سے ملنے کراچی آئے تھے کہ اچانک انتقال ہو گیا۔

آپ کی نماز جنازہ فردوس کالونی کراچی میں مؤرخہ ۱۵/ جولائی ۲۰۱۹ء بروز پیر بعد نماز عصر ادا کی گئی۔ حضرت مولانا عطاء المصطفیٰ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ نماز جنازہ میں عوام و خواص نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ بعد نماز جنازہ آپ کو خاموش کالونی قبرستان کراچی میں سوگوار انداز میں نم آنکھوں کے ساتھ سپرد خاک کیا۔ اللہ تعالی آپ کی مغفرت فرمائے۔ درجات بلند فرمائے۔ قبر پر انوار و رحمت کی بارشیں نازل فرمائے۔ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ [از۔ مفتی ابوعطاء برکاتی]

☆☆☆

مکتوبات

کتنا کشادہ قلب مجلی ہے آپ کا

عزیز گراں قدر جناب مولانا مبارک حسین صاحب مدظلہ
مدیر اعلی ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

اس غفلت کا اعتراف کرتا ہوں کہ ہر ماہ پابندی سے ماہنامہ اشرفیہ موصول ہونے کے باوجود کافی عرصے سے آپ کو مطلع نہ کر سکا اور نہ ہی آپ کی خصوصی توجہ کا شکریہ ادا کر پایا، معذرت خواہ ہوں۔

جولائی ۲۰۱۹ء کے تازہ شمارے میں ماہنامہ اشرفیہ کے ''حضور مجاہد ملت نمبر ۱۹۸۲ء کے تعلق سے آپ نے خاکسار کا ذکر خیر کر کے ایک بار پھر میرے گناہوں کی یاد تازہ کرادی۔ اپنی بابت کسی بھی حسن ظن کو عدم استحقاق سے تعبیر کرتے ہوئے بار گراں تصور کرتا ہوں۔ آپ کی وسیع القلبی اور دریا دلی کو مبارک باد پیش کرتا ہوں بس اسی جذبے نے اس خلوص نامہ کو تحریر کرنے پر مجبور کیا۔

ایسا نہیں کہ آپ مرے ذکر سے ہیں خاص
علم و ادب نے آپ کو رتبہ عطا کیا

ادھر کافی عرصے سے رابطہ منقطع رہنے کا سبب یہ ہے کہ تصوف کے موضوع پر ایک نئے انداز ایک نئے زاویے سے کتاب ترتیب دینے میں مصروف ہوں آرزوئے دیرینہ ہے کہ فضائے خانقاہی میں پرورش پانے کا کچھ تو حق ادا ہو جائے۔ اللہ تعالی اس آرزو کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے آمین۔ کتاب کا مرکزی نظریہ یہی ہے کہ اشاعت فضائل تصوف اور تکرار عظمت اصفیا کی اتنی ضرورت نہیں رہی جس قدر کہ اس کے تحفظ و تدریس اور طرز صوفیانہ کو اپنانے کی ضرورت ہے۔ تصوف کے موضوع پر ہر دور میں بے شمار کتب و مضامین لکھے جاتے رہے اس حقیقت کے باوجود بدلتی ہوئی قدروں اور تبدیل ہوتے ہوئے مطمع نظر کے دباؤ میں اہل علم کا ایک طبقہ طنز کرنے اور دلچسپی کے دور رہنے ہی میں مہارت دکھاتا ہے۔ یہ نہیں سوچ پاتا کہ سائیہ تصوف کے بغیر علم وادب کی موجودگی بے پایہ و بے اثر ہے۔ زندگی کو روحانی ادب کے اجالوں کی کس قدر ضرورت ہے اس کا درس راہ سلوک اور حسن تصوف ہی سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ صوفیاے برحق کے ذکر و مراقبہ، سیر افلاک، مشاہدۂ انوار، حبس دم، پاس انفاس اور فاقہ کشی و خرقہ پوشی کے سامنے منصب علمائے دین کی بے رخی و خاموشی نہ صرف ظرف و ضمیر کی بغاوت کا اعلان کرتی ہے بلکہ اسلام و انسان کی سلامتی و پاکیزگی کو بھی حیران و پریشان کر رہی ہے۔ حتی کہ کچھ علما، صوفیاے کرام کے درجات و مراتب کو اپنے علم کے پیمانے پر پرکھنے لگے جب کہ تاریخ گواہ ہے کہ ایسے مغرور علما کے علم کو صوفیہ سلب کر لیا کرتے، تائب ہو جانے پر واپس مل جاتا۔ میرے عزیز میری کتاب کچھ ایسے ہی نظریات و افکار پر مبنی ہے، دعا فرمائیے جلد مکمل ہو جائے۔

قابل قدر محب و محسن حضرت علامہ ڈاکٹر عاصم اعظمی قبلہ نے تقریباً سوا دو سو برسوں کے بعد فارسی تصنیف ''بحر ذخار'' کا اردو ترجمہ کر کے اپنے اس کارنامے کو پوری صدی پر روشن کر دیا۔ تقریباً ساڑھے پانچ ہزار صوفیاے کرام کے احوال و کوائف اور درجات و مراتب کو منظر عام پر لا کر نہ صرف ملت اسلامیہ پر احسان عظیم کیا بلکہ اس پُر آشوب دور میں خواص و عوام کو تصوف سے دلچسپی لینے اور راہ سلوک اختیار کرنے کا جذبہ بھی اجاگر کیا۔ میں علامہ موصوف کے اس باوقار دینی خدمت پر ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔

ایک اچھی خبر یہ بھی ہے کہ فارسی نعتیہ مجموعہ ''آفتاب برآمد'' کے بعد دوسرے فارسی نعتیہ مجموعے ''ماہتاب برآمد'' کی اشاعت کو بھی کئی ماہ گزر گئے تاخیر سے بھیجنے پر معذرت خواہ ہوں۔ آپ کے علاوہ میں نے کسی کے لیے بھی نہیں روانہ کیا۔ مجھے اندازہ ہے کہ کسی کی کوشش و خدمات کو نوازنا ہے یا ٹھنڈے بستے میں ڈال دینا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ میری حقیر کوششوں کے ساتھ اس نوعیت کے سلوک کا مظاہرہ کیا جائے، پہلے فارسی نعتیہ مجموعہ کی بابت صرف نظر کا رویہ دیکھ چکا ہوں۔

قلم رکھنے سے پہلے یہ عرض کیے بغیر کیسے رہ سکتا ہوں کہ ماشاء

اللہ آپ کا ادارتی سفر انتہائی کامیابی و پختگی اور دیدہ وری کے ساتھ اپنی منزل کی جانب گامزن ہے۔ ہر شمارہ متعدّد معیاری مضامین سے وابستہ رہتا ہے۔ آپ کی ادارتی تحریر ہر بار توجہ کی طالب رہی ہے، ماہنامہ کی کامیابی میں اس وصف کو نمایاں حیثیت حاصل ہے تبھی تو آپ لگاتار قارئین کا دل فتح کرتے جا رہے ہیں۔ ایک بار پھر میری جانب سے مبارک باد قبول فرمائیں۔

ہر زاویے سے طرزِ ادارت ہے پُرضیا
زور قلم پہ جھوم کے کہتا ہوں مرحبا

طالب خیر
ڈاکٹر سید شمیم احمد گوہرؔ قادری ابوالعلائی مصباحی
سجادہ نشین خانقاہ حلیمیہ ابوالعلائیہ، الہ آباد
۴ر اگست ۲۰۱۹ء

مسلمانوں کی ۶۷ لاکھ ۵۰ ہزار کروڑ روپے سود کی رقم ہندوستانی بینکوں میں جمع ہے مگر اسے مسلمان لینے کے لیے تیار نہیں

مکرمی ....سلام مسنون

وسائل کی عدم دستیابی کے حیلے بہانوں کی بنیاد پر ملی مسائل حل نہ ہونے سے پریشان ہماری ملت کی اشرافیہ کے لیے ایک بڑی اچھی خبر ہے۔ یہ ایسی خبر ہے جس پر اگر سنجیدگی سے غور کر لیا جائے اور نقشہ فکر وعمل مرتب کر دیا جائے تو یقین جانیے ملک کے مسلمان نہال ہو جائیں گے اور انہیں حکومتوں سے اپنے حقوق کی بھیک نہیں مانگنی پڑے گی اور نہ ہی وسائل کے لیے رونا پڑے گا۔ خبر یوں ہے کہ دہلی اقلیتی کمیشن کے چیئرمین محترم صفدر حسین خان نے ریزرو بینک آف انڈیا کی ایک رپورٹ کے حوالے سے بتایا ہے کہ ملک کے مختلف بینکوں میں مسلمانوں کی ۶۷ لاکھ ۵۰ ہزار کروڑ کی سود کی رقم جمع ہے اور اسے مسلمان لینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ چوں کہ یہ رقم مسلمانوں کو بینکوں میں جمع ان کی رقوم سے انٹریسٹ کے طور پر حاصل ہوئی ہے اور شرعی نقطہ نظر سے اصلاً یہ سود میں شمار ہوتی ہے اس لیے مسلمان اسے لینے پر راضی نہیں ہیں اور نہ ہی اس پر اپنے حق کے دعویٰ دار۔ یہ اتنی بڑی رقم ہے کہ اگر ہمارے پاس ہوش مندی، باشعوری اور بلندی فکر کا وافر سرمایہ ہو تو ہماری ملت کے کئی بڑے بڑے پروجیکٹ پر بہت اہم اور عظیم کام ہو سکتے ہیں اور ہم کئی امتحانات میں پاس ہو سکتے ہیں۔ ملک کے ممتاز ماہر معاشیات پروفیسر طاہر بیگ کہتے ہیں کہ اگر مسلمانوں نے اس رقم کو استعمال نہ کیا تو مسلم مخالف تنظیمیں کسی نہ کسی حیلے سے ان رقوم پر ہاتھ صاف کر جائیں گی اور پھر یہ رقم ہمارے ہی خلاف استعمال کی جائے گی اس لیے جلد از جلد اس کے لیے نقشہ عمل مرتب کر کے کام کا آغاز کر دیا جائے۔

سود بلاشبہہ ہماری شریعت میں سخت ممنوع ہے مگر کیا ہر سود کا شرعی حکم ایک ہی ہے؟ اور اگر سود بلاشبہہ حرام ہی ہے تو علما کے بعض طبقے نے بینکوں سے حاصل ہونے والے انٹریسٹ کو جائز کیوں قرار دیا ہے؟ کیا مذکورہ رپورٹ کے تناظر میں جب کہ یہ یقینی ہو کہ اس انتہائی خطیر رقم کو ہمارے ہی خلاف استعمال کیا جائے گا، کیا اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی؟ کیا ماضی میں حالات کے تناظر نے علما و فقہا کو اجتہادی رائے اور پھر اجتہادی عمل کرنے کے لیے مجبور نہیں کر دیا تھا؟ ہماری ملت کے بے شمار مسائل ہیں جو حل ہونے کے منتظر ہیں۔ ہمارے جو لوگ بار بار عدم وسائل کا رونا روتے ہیں۔ عدم وسائل یا وسائل کی کمی ہر کمیونٹی میں ہوتی ہے اور ہر زمانے میں ہوتی رہی ہے مگر باشعور لوگ ترجیحی طور پر کام کرتے ہیں اور با مقصد کاموں میں پیسہ لگاتے ہیں اس لیے وہ یہ رونا کبھی نہیں روتے۔ ہم مسلمانوں میں بالعموم دوسرے اور تیسرے درجے کے کاموں کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے اور جس کام کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اسے کبھی قصداً اور کبھی اپنی نااہلی کی بنا پر کنارے رکھ دیا جاتا ہے۔ اس کے پیچھے بھی بہت ساری وجوہ وہ ہیں جو راست طور پر ہماری انانیت بلکہ فرعونیت سے جا ملتی ہیں۔

مذکورہ خبر سے تھوڑی دیر کے لیے ہماری مسرت بھی جاگ اٹھی کہ اس گئے گزرے زمانے میں بھی ہماری کمیونٹی میں دینی احکام کا تقدس باقی ہے اور وہ سود جیسی حرام رقم کو استعمال نہیں کرنا چاہتی اور اپنے بچوں کو حرام نہیں کھلانا چاہتی۔ میری ناقص رائے میں ہم اسے اپنے رزق کے طور پر استعمال نہ کر کے تعمیری پروجیکٹ میں لگا سکتے ہیں۔ اس ضمن میں ایک بات یہ بھی یاد رکھیے کہ ہندوستانی بینکوں سے جو رقم بطور سود حاصل ہوتی ہے اسے علما کے بعض طبقوں نے جائز قرار دیا ہے اور اسے استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ظاہر ہے ہمارے علما نے یہ فیصلہ ضرورت کے تحت ہی دیا ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ کیا ہمارے ہندوستانی مسلمان اس نکتے کو نہیں سمجھ پا رہے ہیں اور کیوں

اپنے پیسے کو ضائع کرنے پر تلے بیٹھے ہیں؟ ہم ہندوستانی مسلمانوں میں الحمدللہ مذہبیت کی جڑیں بڑی گہری ہیں، ہم کتنے ہی گنہ گار کیوں نہ ہوں مگر مذہب ہماری شہ رگ سے بھی قریب ہوتا ہے اور ہم غیر مذہبی ہوکر "مذہبی" ہوتے ہیں۔ بینکوں میں اتنی خطیر رقم یوں ہی پڑی رہنے دینا ہماری اسی مذہبیت کی طرف اشارہ کرتی ہے مگر میری نظر میں اس سے بھی کہیں زیادہ ہماری مذہبیت اس بات میں ہے کہ حالات کے جبر کو سمجھ کر اس پیسے کو حاصل کریں، اپنے ذاتی استعمال میں نہ لاکر اسے قوم کے لیے وقف کریں، اس کے لیے ایسے ٹھوس، پائیدار اور لازوال کام پر آمادہ ہوں جو ہمارے مستقبل کی ضمانت ہو، جو ہم میں خوداعتمادی پیدا کرے اور جو ہمیں وقار عطا کرے۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ اس وقت ملک میں بی جے پی برسر اقتدار ہے اور کئی ریاستوں میں بھی بی جے پی قابض ہے اور اقتدار کے نشے میں ہندتوا اراکین پورے ملک میں دھوم دھڑ کا مچائے ہوئے ہیں۔ ابھی کئی برسوں تک مرکز میں بی جے پی کے ہی کرسی سے چپکے رہنے کا قوی امکان ہے۔ مسلمانوں کی املاک کو تلاش تلاش کر اور کھرچ کھرچ کر نقصان پہنچانے والی یہ پارٹی اور اس کے ہم نوا بہت ممکن ہے بلکہ امید یہی ہے کہ اگر ہم مسلمانوں نے اس پر اپنا دعویٰ نہ کیا تو یہ رقم انہی لوگوں کے ہاتھوں میں چلی جائے گی اور پھر ہمیں کف افسوس ملنے اور خون کے آنسو رونے کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہوگا۔ خدارا دردمندی کے سائے میں لکھی گئی اس دردمند کی تحریر اور اس کی گزارشات پر ٹھنڈے دل سے سوچیں، اگر آپ کی رقم بینکوں میں نہ بھی ہو تو ان لوگوں کو اس کے لیے آمادہ کریں جن کی رقوم بینکوں میں ہیں اور جو اس کے سودکی رقم کی دعوے داری داخل نہیں کر رہے ہیں۔ ہمارے پاس وقت بہت کم ہے اور اس کم وقت ہی میں ہمیں ایک بڑا اور تعمیری فیصلہ لینا ہے۔ یقین کریجیے ہمارا یہ فیصلہ ہماری ملی احیا کے لیے ایک اہم ترین پڑاؤ ثابت ہوگا، بس اخلاص شعاری، دردمندی، دوراندیشی اور خداترسی شرط ہے۔ مگر کیا واقعی ایسا ہو جائے گا، کیا ہم اس رقم کو لینے پر تیار ہو جائیں گے؟ میرا جواب تو نفی میں ہے کیوں کہ ہم نے طے کر رکھا ہے کہ ہم تعمیری کام کبھی نہیں کریں گے بس تعمیری کام نہ ہونے کے شکوے ضرور کریں گے اور ذرا ذرا سے اختلاف پر مخالفتوں کا طوفان کھڑا کر دیں گے۔ ظاہر ہے چھوٹے وہی کرتے ہیں جو بڑے کرتے ہیں۔ جب بڑے ہی ایسا کر رہے ہیں تو چھوٹے کیوں نہ کریں۔

چھوٹوں میں اخلاص اس لیے نہیں ہے کہ بڑے اس سے خالی ہیں۔ ہاں استثنائی مثالیں تو ہر جگہ موجود ہیں۔ بہرحال اللہ کرے ہماری اشرافیہ اس سمت میں کچھ عملی اقدام کرے اور وہ مسلسل اپنے ماتحتوں، عقیدت مندوں، مریدوں اور متعلقین کو اس بات کے لیے تیار کرتے رہیں کہ خدا کے واسطے آپ اپنی یہ رقم ضائع نہ کریں اور اسے دوسروں کے ہاتھوں میں جانے نہ دیں۔ اگر یہ ضائع ہوگئی تو بہت زیادہ ڈر ہے کہ شاید کل خدا کی بارگاہ میں ہماری گرفت نہ ہو جائے اور ہمیں مجرم نہ قرار دے دیا جائے۔

خامہ بکف: صادق رضا مصباحی
ای میل: sadiqraza92@gmail.com

☆☆☆

(............. صفحہ نمبر ۴۶ کا بقیہ حصہ)

(۶) شرمندہ ہو جانا ہی توبہ ہے۔ (ص ۱۶)

(۷) ان (والدین) کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آؤ۔ (ص ۲۰)

(۸) جو تمھارے ساتھ بُرائی کرے تم اُس کے ساتھ اچھائی سے پیش آؤ۔ (ص ۲۳)

(۹) دولت مندوں اور سرمایہ داروں سے اکڑ کر ملا کرو۔ (ص ۲۵)

(۱۰) دوست احباب کے لیے سراپا محبت و ادب بن جاؤ۔ (ص ۲۶)

(۱۱) اپنی زبان کو سچائی کا عادی بناؤ۔ (ص ۲۷)

(۱۲) خلقِ خدا کو اپنی قیمتی نصیحتوں سے فائدہ پہنچاؤ۔ (ص ۳۰)

(۱۳) زبان کی بھرپور حفاظت کرو۔ (ص ۳۱)

(۱۴) نفس کی تہمتوں اور اس کی بدگمانیوں سے خود کو بچاؤ، لوگوں کے ساتھ حُسنِ ظن رکھو۔ (ص ۳۱)

(۱۵) اے پروردگار! میری اُمیدوں کو پوری فرما اور میرا اس طرح حامی و ناصر ہو جا کہ بدخواہ دُشمن اور نادان دوست میرا کچھ بگاڑ نہ سکیں۔ (ص ۳۲)

اِس کتاب کی رونمائی شیخ طریقت مولانا سید محمد فاروق میاں چشتی مصباحی نے کی... بوقتِ اجراء کتاب کے پہلے نکتے کی تفہیم بھی فرمائی... ضرورت ہے کہ اِس میں مذکور دروس کو شبستانِ عمل میں پروان چڑھایا جائے... تاکہ رہ گزرِ حیات مہک مہک اُٹھے .....

☆☆☆☆☆☆

خیروخبر

"مشاہیر مارہرہ کی ادبی خدمات" پر مولانا مفید عالم ڈاکٹریٹ سے سرفراز

جواں سال عالم دین ریسرچ اسکالر مولانا مفید عالم، جون پور کو پی ایچ ڈی کی ڈگری مبارک ہو۔

موصوف نے "مشاہیر مارہرہ کی ادبی خدمات" عنوان پر بی آر اے یونیورسٹی، مظفر پور، بہار کے شعبۂ اردو میں اپنا تحقیقی مقالہ جمع کیا، ۶ جولائی ۲۰۱۹ء کو کامیاب وائیوا ہوا۔ آپ نے یہ مقالہ ڈاکٹر آل ظفر ایسوسی ایٹ پروفیسر بی آر اے یونیورسٹی، مظفر پور، بہار کی نگرانی میں مکمل کیا۔

اس اہم عنوان پر انھوں نے بڑی دلچسپی اور عرق ریزی سے مقالہ مکمل کیا۔ اس خبر کو سن کر خانوادۂ برکات کے مریدین و متوسلین نے اظہارِ مسرت کرتے ہوئے ڈاکٹر مولانا مفید عالم کو مبارک بادیاں پیش کیں۔ سجادگان وشہزادگان مارہرہ مطہرہ نے بھی خوب دعاؤں سے نوازا۔ اللہ کریم ڈاکٹر مولانا مفید عالم کی اس خدمت کو شرف قبولیت سے نوازے اور دارین کی سعادت بخشے۔آمین بجاہ النبی الامین الاشرف الافضل النجیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وصحبہ و بارك وسلم! [نیاز مندان: مشاہد رضوی بلاگرٹیم وجملہ خواجہ تاشانِ خاندانِ برکات]

پٹنہ میں حضرت دیوان شاہ ارزانی کا عرس اور "تصوف کی عصری معنویت" پر سیمینار

برصغیر کی معروف درگاہ، خانقاہ حضرت دیوان شاہ ارزانی میں بانی خانقاہ آفتاب شریعت حضرت دیوان شاہ ارزانی کے ۴۱۲ سالہ عرس کے موقع پر۔ ۴؍ اگست ۲۰۱۹ کو ایک علمی اور متصوفانہ محفل کا انعقاد کیا گیا، جس میں مختف طبقہ سے تعلق رکھنے والی شخصیتوں نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اسلام اور تصوف کے تعلق سے گفتگو کرتے ہوئے معروف صحافی ڈاکٹر ریحان غنی نے فرمایا کہ موجودہ دور میں جو نظام بہتر ہے وہ خانقاہی نظام ہے اور اس نظام کو عام کرنے کی ضرورت ہے۔ بزرگان دین نے جس اخلاق و محبت کو عام کیا اسی طرز پر اہل خانقاہ کو کام کرنے کی ضرورت ہے لیکن آج کل بعض خانقاہیں اپنے اکابر کے نقش قدم سے کچھ الگ ہٹ گئیں ہیں۔

خدابخش لائبریری کے سابق ڈائرکٹر ڈاکٹر عابد رضا بیدار نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر ہم ریاکاری سے بچ جائیں تو ہمارا پورا سماج صاف ستھرا ہوجائے گا، یہی دین اور مشن تصوف کا ہے۔

روزنامہ انقلاب کے ریجنل ڈائرکٹر احمد جاوید نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ تصوف خدمت خلق کا نام ہے، تصوف مستقل ایک علم اور سائنس ہے، لیکن تصوف کے اسی پہلو کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ کبھی خانقاہیں نفسیاتی سنٹر ہوا کرتی تھیں، جس سے ہمارے صوفیا اچھے انسان کو مزید اچھا بنادیتے تھے اور بگڑے ہوئے کی اصلاح کرتے تھے، ہماری ذمہ داری ہے کہ اس تکنک کی حفاظت بھی کریں اور احیا بھی۔

معروف ناقد پروفیسر اعجاز علی ارشد نے دوران گفتگو فرمایا کہ آج انسانیت کو جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ رواداری ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے بدگمانی کو دور کیا جائے اور اس کے لئے آپسی میل جول کا ماحول پیدا کرنا ہوگا۔ اور یہ کام صرف خانقاہیں ہی انجام دے سکتی ہیں کیونکہ خانقاہیں ہی صرف ایک ایسا ادارہ ہے جس پر سب کو بھروسہ ہے۔

جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے استاذ اور ماہنامہ اشرفیہ کے مدیر اعلی حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ ہمیں خوشی ہے کہ آفتاب شریعت تاجدار معرفت حضرت دیوان شاہ ارزانی قدس سرہ العزیز کے ۴۱۲ ویں عرس کے موقع پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ آفتاب شریعت کو بارگاہ رسالت سے حکم ہوا کہ ہندوستان جاکر اکبر کے باطل دین کا قلع قمع کریں، آپ نے اس رخ پر تاریخی خدمات انجام دیں۔ ہم اس موقع پر صاحب سجادہ کو مبارک باد پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے "۲۱ویں صدی کا ہندوستانی معاشرہ اور تصوف کی معنویت" پر کلکتہ کی سرزمیں پر سیمینار کا انعقاد کیا اور اس کے مضامین کو مرتب کرکے خانقاہ سے شائع کیا۔

تصوف کی عصری معنویت کے حوالے سے یہ گراں قدر اردو، فارسی اور انگریزی زبانوں میں مضامین کا مرقع ہے۔ ہمیں حضرت مرتب پروفیسر سید حسنین میاں نے بتایا کہ اس سیمینار میں ملکی اور غیر ملکی مندوبین کی شرکت ہوئی تھی۔ افغانستان کے دانشوروں نے اپنے مقالات فارسی زبان میں تحریر فرمائے تھے۔

معروف مقرر مولانا حسن رضا خان نے اپنی عالمانہ گفتگو میں فرمایا کہ روح اثرانداز ہوتی ہے جسم پر اور روحانیت اثرانداز ہوتی ہے روح پر اور روحانیت والے اشخاص اکثر خانقاہوں میں پائے جاتے ہیں اور یہ خدمت

خلق سے آتی ہے، یہ خانقاہ ۴۱۲ سالہ پرانی ہے ہماری اور آپ کی مشترکہ خوش قسمتی ہے کہ ہم یہاں سے جڑے ہوئے ہیں۔

پروفیسر اخترالواسع کو "آفتاب شریعت تصوف ایوارڈ" سے سرفراز کیا گیا۔ آپ کی خدمات زبان وقلم کے حوالے سے محتاج تعارف نہیں اس سے قبل دیگر حضرات کو بھی یہ ایوارڈ دیا گیا ہے، آپ کو چھٹا ایوارڈ دیا گیا ہے۔

اس روحانی تقریب میں معروف اسلامی اسکالر اور ماہر تصوف پروفیسر اخترالواسع نے فرمایا کہ بہار کی سرزمیں وہ سرزمیں ہے جس کے بغیر عرفان وتصوف کی تاریخ مکمل نہیں ہوسکتی ہے اور اس خانقاہ کا سب سے بڑا کارنامہ ہے کہ اکبر کے باطل دین کا یہاں کے بانی نے خاتمہ کیا اور صلح کرنے ہر مجبور کردیا، موجودہ سجادہ نشیں آج اس کا اعادہ کررہے ہیں، مزید آپ نے فرمایا کہ تصوف ہمہ جہت اوصاف سے متّصف ہے۔

زیب سجادہ پروفیسر سید شاہ حسین احمد نے اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا کہ آج کے اس پروگرام میں جس قدر اچھی اور کارآمد باتیں ہوئی ہیں کم پروگراموں میں سننے کو ملتی ہیں، ضرورت اس بات کی ہے ان باتوں پر عمل کیا جائے امین طریقت نے یہ بھی فرمایا کہ اس دوڑتی بھاگتی دنیا میں ہندوستانی معاشرہ کو اندرونی وبیرونی خلفشار، نفرت، مسلکی جھگڑا سے بچانے کے لئے ان صوفیا کی تعلیمات پر عمل کرنا اشد ضروری ہے اور اکیسویں صدی کے ہندوستانی معاشرہ میں تصوف کی معنویت مسلم ہے۔

اس پروگرام کا آغاز سید شاہ ذیشان احمد کے تلاوت کلام پاک سے ہوا اور مشہور شاعر شنکر کیموری نے نعت پاک کا نذرانہ پیش کیا۔ اس موقع پر سماج کے مختلف طبقہ سے تعلق رکھنے والے دانشور، ادیب، علما، ریسرچ اسکالر اور عوام کثیر تعداد میں موجود تھے۔

قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظیم یادگار

بروز اتوار ۴ اگست ۲۱۰۹، امام احمد رضا مومنٹ کے زیر اہتمام منعقد محفل نوری میں حضرت مولانا سید قمر اللہ شاہ قادری نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ! حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بلند مرتبہ نبی ورسول اور خلیل ہیں۔ آپ کی نسل پاک سے کثیر انبیا ورسول تشریف لے آئے۔ حضرت سیدنا ابراہیم کو نہ صرف مسلمان بلکہ یہودی اور عیسائی بھی آپ کو اپنا نبی وپیشوا مانتے ہیں۔ قرآن مجید میں ٦٧ مرتبہ آپ کا ذکر جمیل آیا ہے۔

رب تعالیٰ نے آپ کو بہت سی آزمائشوں میں مبتلا فرمایا، آپ ہر آزمائش وابتلا میں کامیاب رہے۔ سب سے پہلے یہ کہ آپ اکیلے غار میں پرورش فرمائی پھر جب آپ نے ہوش سنبھالا غار سے باہر آئے تورات تھی آسمان پر ستارے جگمگا رہے تھے تو آپ نے فرمایا کیا یہ خدا ہیں وہ ڈوب گئے تو کہا یہ خدا نہیں ہوسکتے پھر آپ نے چاند کو چمکتا ہوا دیکھا تو فرمایا کیا یہ خدا ہوگا جب وہ بھی چھپ گیا تو آپ نے کہا کہ یہ خدا نہیں ہوسکتا، جب صبح ہوئی تو سورج طلوع ہوا تو آپ نے کہا یہ بہت بڑا ہے زمین کو روشن کررہا ہے کیا یہ خدا ہوگا۔ پھر جب شام ہوتی ہے تو سورج ڈوب جاتا ہے تو حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ڈوبنے والے ہرگز خدا نہیں ہوسکتے ان سب کو بنانے والا چلانے والا اللہ ہے، آپ پکار اُٹھے میں اپنے منہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف پھیرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

اُس کے بعد دوسری آزمائش جب آپ نے خدائے لم یزل کی معرفت حاصل کی اللہ تعالیٰ کی جانب سے رسول ونبی کا مرتبہ عطا فرمایا گیا تو آپ نے بادشاہ وقت نمرود لعین ظالم وجابر جو خود کو خدا سمجھ بیٹھا تھا پیغامِ حق پہونچایا۔ اللہ وحدہٗ لاشریک کی طرف دعوت دی۔ جس پر آگ بگولہ ہو کر آپ کو آگ کی خندق میں ڈلوا دیا مگر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی عظمتِ پر قربان جائیے کہ آپ نے اللہ کے لئے خوشی خوشی آگ کے شعلوں میں جانا پسند کرلیا، رب تعالیٰ نے آپ کے لئے آگ کو گلزار فرمادیا۔ پھر تیسری آزمائش یہ ہوئی کہ اللہ عزوجل نے حکم فرمایا کہ تم اپنی بیوی اور فرزند کو ایک ایسی جگہ جو بنجر ہو جہاں نہ کوئی درخت چرند پرند اور پانی ہو لے جاکر چھوڑ آئو۔ اُن سے کسی طرح کی بات نہ کرو۔ حضرت ابرہیم علیہ السلام نے اس حکم کو بھی قبول فرمالیا۔ اپنی اہلیہ محترمہ بی بی ہاجرہ اور اپنے نورِ نظر لخت جگر اسمعیل علیہ السلام شیر خور کو لے جاکر چھوڑ آئے پھر ایک بڑا امتحان لیا گیا۔ حکم ہوا کے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک بڑھانے کا سہارا، آرزو وتمنا اور دعائوں کا ثمر فرزند محترم حضرت اسمعیل جو اُس وقت چودہ سال کے قریب تھے اللہ عزوجل کے نام پر اس رب ذوالجلال کی محبت میں ذبح کردیں، حضرت ابراہیم خلیل اللہ بلا جھجک خوشی خوشی اپنے فرزند نامدار کو اللہ کی راہ میں اللہ کے نام پر ذبح فرمادیا مگر اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے اسمعیل کی جگہ دنبہ رکھ دینے کا حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا اسمٰعیل ہٹا لئے گئے اور دنبہ ذبح ہوگیا اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام ہر آزمائش میں کامیاب نکلے، اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والے لوگوں کو حکم فرمایا کہ وہ ابراہیم خلیل اللہ کی اتباع کریں۔

دعا ہے کہ خداوند رحیم وکریم رسولِ اعظم سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ اور طفیل حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت بی بی ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اُسوئہ پاک پر عمل کی توفیقِ رفیق عطا فرمائے آمین۔ آخر میں سلام ودعا پر محفل کا اختتام ہوا۔

[از ناظم شعبہ نشریات امام احمد رضا مومنٹ]